بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

گیند کو جس زور سے پٹکو گے، اسی زور سے اُچھلیگا، ہم مین پہلے شخصی حکومت اور "تشخص پرستی" کا جو زور تھا، مسلسل پر زور حملون سے جسمین نہ تو کسی بزرگ کے سپید بالون کا لحاظ کیا گیا اور نہ کسی نوجوان کے جوش حوصلہ مندی کی پروا کیگئی، بالآخر ہم نے اسکو چور چور کر ڈالا، اب ہم جمہوری اور جمہوریت پسند ہین کہ ایک کام بھی مشورۂ جمہور کے بغیر انجام دینا نہین چاہتے۔

ابتک اس جمہوریت کا نشانہ، کانفرنس، لیگ، یونیورسٹی وغیرہ قومی مجالس تہین، اور ہم خوش تھے کہ خیر دنیا کے دیگر طبقات کسی حال مین ہون، لیکن ہم مصنفین اور ارباب قلم کا رقبۂ حکومت تو اس خیرہ سری سے پاک ہے، لیکن ہمکو اپنے حسن ظن مین کسقدر ناکامی ہوئی، جب ہم نے گذشتہ ہفتون مین نواب وقار الملک مرحوم کی ترتیب سوانح کے لئے بعض اخبارات مین ایک مجلس شوریٰ کی تجویز پڑھی، جسمین ملک کے چند مسلّم تعلیمی و سیاسی اصحاب کے نام درج تھے کہ باہم مشورہ سے وہ اس عظیم الشان قومی کارنامہ کو انجام دین!

اس سلسلہ مین ایک صاحب نے اس تجویز مین اتنی ترمیم چاہی کہ خیر مجلس شوریٰ اگر منعقد نہو سکے تو ملک مین ترقی اردو اور دار المصنفین تصنیف اور تالیف کے دو کارخانے قائم ہین، سیرتِ وقار ان ٹکسالون مین بھیجدو، خود بخود ڈھل کر تیار ہو جائیگی،

مولانا حالی مرحوم نے سرسید کی ایک ضخیم لائف کیا لکھدی کہ قومی بزرگی کا یہ ایک جزء لاینفک قرار پاگیا کہ ہر محسن قوم کے حالات، واقعات، مدائح اور مناقب ایک کثیر الاوراق کتاب کی صورت مین ضرور چھپ جانے چاہئین، کسی شخص کی زندگی کو ایک پوری کتاب مین پھیلانے کے لئے صرف صاحب زندگی کی بڑائی اور عظمت کا ترانہ کافی نہین، بلکہ اسمین گوناگون واقعات، کثیر التعداد احوال تاریخی، مختلف الشیون حالات، مدوجزر اور نشیب و فراز کی کیفیات، ملک و قوم کے انقلابات کی ضرورت ہوتی ہے، اگر کسی بزرگ کی زندگی مین یہ سرمایہ ہاتھ نہ آسکے تو اسکی کوئی ضخیم اور کثیر الاوراق سیرت جسکو عرف عام "سوانحعمری" کھ سکے، تیار نہو سکیگی،

مسلمانون کے اس نقارۂ فخر کی آواز کو کوئی دبا نہین سکتا کہ تراجم و سیر کے ابواب کو جسقدر اُنھون نے ترقی دی، دنیا کی کسی قوم نے نہین دی، لیکن ہندوستان کی زمین مین آکر انکا یہ جوہر آلودۂ خاک ہوگیا، یہی سبب ہے کہ آج ہم عرب و عجم، اور مصر و شام کے علماء اور رجال کے حالات جسقدر جانتے ہین اپنے ملک کے علماء اور اشخاص سے واقف نہین، ۱۸۵۷ء کے بعد سے ہم نے نئی زندگی شروع کی ہے، ایسا نہو کہ اس جدید زندگی مین بھی ہم اپنی پرانی غلطی کا اعادہ کرین،

سو فہم سے ایسا نہ سمجھا جاے کہ نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خدمات جلیلہ کے ہم معترف نہین، مقصود یہ ہے کہ اس عہد کے اکابر کے حالات ممکن ہی کہ کسی مستقل تصنیف کی صورت نہ قبول کرسکین، یا پھر سوال ہے کہ نواب صاحب مرحوم کی تخصیص کیا ؟ مولانا حالی مرحوم جنکے قلم نے دوسرون کو زندہ کیا، کوئی جادو قلم انکی حیات علمی کو زندہ رکھنے کی کوشش نکریگا، اور یادش بخیر نواب محسن الملک نے کیا قصور کیا ہے، سید محمود کو کیون بھولتے ہو، اسلیے بہتر ہے کہ "رجال العصر" کے نام سے اپنی جدید زندگی کے اکابر علم اور مشاہیر عمل کا مرقع کھینچین، غالباً ایک دو جلد مین یہ دلچسپ مجموعہ تیار ہوسکیگا، اس مجموعہ کی تیاری کے لئے علی گڈھ بہترین مرکز ہوگا، کیا علی گڈھ کا شعبۂ علمی ہمارے معروضات کو سنتا ہے؟!

* * *

حکیم مولوی حبیب الرحمن خان، ڈھاکہ کے ایک علم دوست بزرگ ہین، انکا جب خط آتا ہی تو مین اسکو شوق سے پڑھتا ہون، اگر ڈھاکہ کی وہی اردو ہوتی جو انکے خط مین ہوتی ہ تو لکھنؤ اور دلی کے بعد اسکا تیسرا درجہ ہوتا، بہرحال، شمس العلماء آزاد مرحوم نے لکھا ہے کہ انشاء اللہ خان کی دریاے لطافت اردو قواعد کی پہلی کتاب ہے، حکیم صاحب موصوف کی سلسلۂ تلاش و جستجو نے اس نظریہ کو باطل کردیا، امپیریل لائبریری کلکتہ مین شمس البیان اردو لغات و محاورات مین ایک کتاب ہی جو دریاے لطافت سے ۱۵ برس پہلے لکھی گئی ہی، مجھکو یاد آتا ہی کہ اس موضوع پ ندوہ کے کتبخانہ مین بھی ایک کتاب موجود ہی، ابھی حال مین ایک ناقص الطرفین رسالہ ہمارے دوست کے ہاتھ لگا ہی جسکا نام "صرف اردو" ہی، رسالہ منظوم ہی اور پرانی زبان مین ہی، شیدا کوئی بزرگ ہین و اسکے مصنف ہین، لارڈ منٹو اور داکٹر ہنٹر کی اسمین بڑی تعریف کی ہی، سال تصنیف ۱۲۲۱ھ ہے، دریاے لطافت سے ایک سال پہلے تصنیف پایا ہی، ازراہ عنایت یہ رسالہ انھون نے ہمارے مطالعہ کیلیے بھی بھیجا ہی

"تصورات کلیہ" کے عنوان سے تین نمبرون مین حضرت عباری" کا جو مضمون شایع ہوا نہ صرف جدید تعلیم یافتون مین مقبول ہوا بلکہ علماء کے حلقہ مین بھی دلچسپی سے پڑھا گیا، خصوصاً جناب مولانا قیام الدین **عبدالباری** فرنگی محلی نے مقالہ نگار کے زور فکر کی بڑی داد دی ہے، نواب عماد الملک بلگرامی جن سے زیادہ ہندوستان مین مشرقیات و مغربیات کا کوئی جامع نہین، لکھتے ہین، "عباری کون صاحب ہین، مضمون انکا نہایت عمدہ ہی، بڑے مشکل مسئلہ پر انھون نے قلم اٹھایا ہی، اور عمدگی سے حل کیا ہے مضمون نگار صاحب جو بھی ہون مگر بدعوی کہتے ہین کہ تنہا کالج کی انگریزی تعلیم یہ نتیجہ نہین پیدا کرسکتی،

* * *

جناب مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لا مقیم دوکنگ (انگلینڈ) کے ایک تازہ خط سے یہ معلوم ہوا کہ آج کل فرانس مین، آنحضرت صلعم کی ایک سوانح عمری لکھی جارہی ہی جسکے لئے بہت بڑے پیمانہ پر گرانقدر مصارف سے تصویرین بنوائی جارہی ہین، یہ تصویرین مختلف حالات کے لحاظ سے اگر خود رسول اللہ صلعم کی ہین تو یہ ہر مسلمان کے تاسف کا باعث ہوگا،

* * *

عربی تعلیم کا جو معیار سو دو برس سے ہندوستان مین قائم تھا، سب سے پہلے **ندوہ** نے اس معیار کو بلند کیا، اور خوشی کی بات ہی کہ ہندوستان کے ممتاز عربی مدارس مین اسکی مسابقت کا شوق پیدا ہوتا جاتا ہی، ندوہ نے ہر علم کی تکمیل کیلیے علحدہ علحدہ درجے قائم کیے، اور چند درجے نمونہ کے طور پر کھول بھی دیئے، اب چند سال ہوے دارالعلوم دیوبند مین علم حدیث کی تکمیل کیلیۓ **دارالحدیث** کی تجویز زیر عمل ہی، فرنگی محل کے تازہ اعلان سے معلوم ہوا کہ وہان کے مدرسہ نظامیہ نے علم فقہ کی تکمیل کیلیے دارالاجتہاد قائم کیا ہی، بزرگان فرنگی محل اس سعی حسن کیلیے تمام مسلمانان کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہین،

مقالات

اہل السنتہ والجماعہ

دوسرا دور

(۳)

در راہِ عشق پیرو پیشینیان ایم　　　این شیوہ را بطرزِ دگری می کنیم ما

گذشتہ نمبر مین "اہل السنتہ والجماعہ" کی جو تعبیر کی گئی تھی، وہ سیاسی فرقون کے مقابلہ مین تھی، لیکن حالات کے انقلاب سے یہی لفظ ایک اور معنی پیدا کرتا ہے جسکو ہم لفظ "اہل السنتہ والجماعہ" کا دوسرا دور کہتے ہین،

دوسرے دور کی تشریح کے لئے ایک مختصر تمہید کی ضرورت ہے،

جس طرح اشخاص کے فطری خصائص اور اخلاق ہوتے ہین، اسی طرح قومون کی بھ فطری خصوصیتین اور اُنکے طبعی اخلاق ہین، عرب کی قوم فطرتہً سرتاپا عمل ہی، ایران سرتاپا خیال اور تخیل ہے، جن لوگون کی نظر علم کلام کی تاریخ پر ہے وہ جانتے ہین کہ جب تک عربون کا ایرانیون کے ساتھ اختلاط نہین ہوا، عربون کے ہر قسم کے قواے عملی زندہ تھے، آنحضرت صلعم مسلمانون کو دوسری قومون کی تقلید اور مشابہت سے منع فرمایا تھا، اسکا مقصد یہی تھا ک مسلمانون کے قواے اخلاقی اسلامیت اور عربیت کے صحیح نمونہ پر قائم رہین، حضرت عمرؓ مسلمان سپاہیون کو ایران کی مہم پر روانہ کیا تھا تو انکو نصیحت کی تھی کہ وہ ایرانیون سے آرام طلب کی تعلیم نہ حاصل کرین، غیر قومون کو مسلمانون کے تشبیہ اور انکے طرز لباس کی تقلید سے بھی اسل روکا کہ اسلامیت کا جوہر اس اختلاط اور تشابہ سے برباد ہو جاے،

فتح ایران کے بعد عرب و عجم کے حدود پر فوجی چھاؤنیون کی تعمیر کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ اسی ضرورت کی بنا پر کوفہ اور بصرہ کے شہر آباد ہوے، تھوڑے ہی دنون مین یہ شہر عرب و عجم کے غیر مرئی اخلاق و خصائص کے نمائشگاہ بنگئے، ان اطراف مین اسلام کے پہلے سے بھی پارسیون کے وہ فرقے جنکا مذہب سرکاری مذہب کے موافق نہ تھا، جو مجوسیت کے باطل فرقے شمار ہوتے تھے، آباد تھے، چونکہ یہ حکومت ایمان کی آخری سرحد تھی، اسلئے اِن مذہبی مجرمون کے لئے ان سے بہتر کوئی مامن نہ تھا، عربون نے فوجی نقطۂ نگاہ سے ان مقامات کو اپنا فوجی مرکز قرار دیا،

عرب کی خشک آب و ہوا مین رنگین طبیعتون کی پرورش کے لئے عراق کے سبزہ زار اور دجلہ و فرات کے کنارون سے بہتر کوئی جگہ نہ تھی، ان وجوہ سے اس زمانہ مین یہ شہر علم و مذہب، ادب و تمدن کی دلچسپیون کے باغِ بہار رہتے، لیکن عرب و عجم کے رنگ مذاق مین جو طبعی اختلاف ہے، اسکے اُبھرنے کے لئے اس سے بہتر زمین کا کوئی صفحہ نہ تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ یہ جنگ و عمل کی فوجی سرزمین اوہام و خیال کی رزمگاہ بنگئی،

لوگ کہتے ہین کہ رات کو بیماری کی شدت بڑھجاتی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ بیماری کی شدت نہین بلکہ بیمار کے احساس کی شدت بڑھجاتی ہے، دن کے شور و غل اور حواس کی مصروفیت مین احساس کا کم موقع ملتا ہے، لیکن رات کی خاموش اور غیر مصروف گھنٹون مین ہمارے احساسات ایک ایک رونگٹے کو ٹٹولتے ہین اور اُسکی تکلیف کو محسوس کرتے ہین،

امام حسنؓ اور امیر معاویہ نے جب باہم صلح کر لی، اور لوگون کو اطمنان سے غور کا موقع ملا، تو ہر گروہ کو اپنے بدن کے زخم جنکے دیکھنے کی پہلے فرصت نہ تھی، محسوس ہونے لگے دن کے شور و غل اور حواس کی غافلانہ مصروفیت کے بعد اب شام ہو رہی تھی اور رات کے

گھٹتے آرہے تھے، عمل کا دور ختم ہوکر اب تخیل کا دور شروع ہوتا ہے، سب سے پہلے سوال یہ پیدا ہوا اور یہ کوفہ سے پیدا ہوا کہ ہم اگر حق پر تھے تو دوسرے فریق کی نسبت ہم کیا خیال کرین، اور اگر حق پر نہ تھے تو ہم خود مذہبی عدالت مین کیا ٹھرتے ہین؟ قرآن کہتا ہے،

مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا ،
جس نے کسی مسلمان کو عمداً قتل کیا اسکی جزا جہنم ہے جسمین وہ ہمیشہ رہیگا،

اس بنا پر عثمانیہ اور طرفدارانِ معاویہ اپنے کو برسرحق سمجھکر دوسرے کو جہنمی قرار دیتے تھے علویہ بھی اپنے مخالفین کی نسبت یہی فیصلہ کرتے تھے، خوارج نے کہا کہ دونون نے جان بوجھکر ایک دوسرے پر تلوار چلائی، اسلئے دونون جہنمی ہین، **اہل السنّۃ** کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ قتلِ عمد نہین قتلِ شبہہ ہے کہ ہر ایک فریق اپنے کو برسرحق جانتا تھا اور دوسرے کو برسر باطل سمجھکر مذہبًا اور اعتقادًا دوسرے کا خون بہانا جائز اور مباح سمجھتا تھا، اسلئے اسکا فیصلہ اسکے ہاتھ ہے جو حقیقتِ حال سے واقف اور نیتون کے اصل منشا سے آگاہ ہے[1]،

بخاری اور مسلم دونون مین ہے کہ کوفہ سے چند لوگ حضرت **ابن عباس** کی خدمت مین آئے اور اُنسے پوچھا کہ یہ آیت منسوخ ہے، فرمایا نہین، یہ آیت آخر مین اُتری ہے اسکو کسی نے منسوخ نہین کیا، مسلم مین ہی کہ حضرت عائشہ نے فرمایا "قرآن مین تو یہ ہے کہ ہم مسلمانانِ اوّل کے لئے دعاے مغفرت کرین، لیکن لوگ انکو گالیان دیتے ہین، ام المومنین کا

---

[1] یہ فیصلہ بحیثیت خانہ جنگیون کے ہی، ورنہ مناقب اور فضائل کے لحاظ سے حضرت علیؓ کا جو پایہ ہی وہ اظہر من الشمس ہے انکے مقابلہ مین امیر معاویہ وغیرہ کا نام لینا، ذرہ کو آفتاب کے برابر کرنا، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی ترتیب فضیلت کے باب مین گو اب جمہور اہل السنۃ کا یہی مسلک ہی کہ حضرت علیؓ کا درجہ حضرت عثمانؓ کے بعد ہی لیکن قدماے اہل السنۃ اس مسئلہ مین مختلف الراے ہین، ابن الندیم نے کتاب الفہرست مین بیسون محدثین کے نام لکھے ہین جو حضرت علی کی تفضیل کے قائل تھے،

اس آیت پاک کی اشارہ ہے،

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ ،
خداوندا ہمکو اور ہمارے ان بھائیون کو جو ایمان مین ہمسے پہلے ہین معاف کر،

یہ حدیثین بخاری اور مسلم کی کتاب التفسیر مین ہین، سلف صالحین اور محدثین اہل سنۃ نے اصولی حیثیت سے اس مسئلہ کو ذکر کیا، اور عقاید کی عام کتابون مین اسکا تذکرہ ہے،

خوارج کے نزدیک چونکہ یہ قتل عمد تھا جو گناہ کبیرہ ہے اور جس سے دائمی جہنم کا انسان مستوجب ہوتا ہے، اور دائمی جہنم کا مستوجب ہونا صرف کافرون کی صفت ہے، اسلئے گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہوگا، اس نتیجہ نے خارجی مذہب کے اصول اولین کی حیثیت اختیار کرلی، اسکے بالمقابل ایک فرقہ پیدا ہوا جو مرجیہ کے نام سے مشہور ہوا، اس نے بعض احادیث کی بنیاد پر یہ دعوی کیا کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ مضر نہین، گناہ سے مومن کسی طرح عذاب کا مستحق نہین ہوتا ہے چہ جائیکہ اس سے کفر لازم آے، ایک تیسرا فرقہ **معتزلہ** کا ان دونون کے بیچ مین پیدا ہوا جس نے دونون گذشتہ فریقون کے دلائل سنکر یہ فیصلہ کیا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ مومن ہے نہ کافر ہے، کفر اور ایمان کے بیچ کی منزل مین ہے،

اہل السنّۃ پھر آگے بڑھتے ہین وہ ان فرقون کی طرح جو صراط مستقیم سے ہٹ گئے صرف ایک دو آیت یا حدیث کو لیکر فیصلہ نہین کرتے، اُنکے سامنے قرآن کی تمام آیتین تھین، رسول اللہ صلعم کے اقوال و ہدایات تھے، صحابہ کے آثار اور روایات تھے، انھون نے کہا، گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے کفر لازم نہین آتا، لیکن عذاب کا مستحق ضرور ہوتا ہے، یہ ممکن ہی کہ خداوند تعالے اپنی قدرت اور رحمت سے گنہگار کی خطاؤن کو معاف کردے اور اسے عذاب سے بچالے، صحیح مسلم مین ہی کہ بعض لوگ خوارج کے دلائل سنکر خارجی بنگئے، اتفاق سے انکا گذر

مکہ مین ہوا، وہان حضرت جابر سے ملاقات ہوئی ۔ اُنسے پوچھا کہ گنہگار بخشے بھی جائینگے؟ انھون نے قیامت کے تمام واقعات اور گنہگارون کی شفاعت اور مغفرت کی حدیث بیان کی، یہ سُن کر ایک کے سوا سب تائب ہوگئے،

ہم نے پہلے نمبر مین لکھا ہے کہ ان فرقون نے قومی تقسیم کے علاوہ ملکی تقسیم بھی حاصل کرلی تھی، شام مین عثمانی وناصبی وغیرہ حامیان بنی اُمیہ تھے، اور عراق مین علوی اور اہل عجم تھے، بنوامیہ نے میدان کربلا مین جگرگوشۂ رسولؐ کے ساتھ جو کچھ کیا، سرزمین حرم مین نواسۂ صدیقؓ (ابن زبیر) کو جس بیدردی کے ساتھ قتل کیا، زید شہید کا سر جس طرح اتارا گیا، مدینۃ الرسول مین انصار کرام جو رسول کے دست وبازو تھے انکو جس سفاکی سے تہ تیغ کیا، بصرہ کے محدثین اور علما کا خون جس طرح بیدریغ بہایا، حجاج کے ہاتھون مین جو تلوار اُنھون نے دی تھی، جو کبھی حجاز کے ریگستان مین اور کبھی عراق کے سبزہ زارون مین چمکتی تھی اس سے کئی لاکھ تن بے سر تھے،

تمام ملک ان مظالم سے زیروزبر تھا، تلوار کا جادو زبانون کو گونگا کر سکتا تھا لیکن دل کا کانٹا نہین نکال سکتا تھا، اسکے لئے مذہبی منتر کی ضرورت تھی، آخر وہ منتر انکو مل گیا اور وہ مسئلہ جبر تھا، یعنی یہ کہ انسان مجبور محض ہے، جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے، اسلئے انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار نہین، اسکی ذمہ داری خدا پر عاید ہے، ان وجوہ سے ان سفاکیون کے لئے وہ مجرم نہین بلکہ نعوذ باللہ خود خداوند تعالے مجرم ہے[1]،

اسکے مقابل تم خود فیصلہ کرسکتے ہو کہ عراق کے مذہبی جادوگرون نے اہل شام کے اس منتر کو کیونکر کاٹا ہوگا، وہ نظریہ قدر ہے. یعنی یہ کہ انسان اپنے تمام اعمال کا آپ ذمہ دار ہے تقدیر کوئی شے نہین، خدا نے انسان کو اسکے افعال پر قدرت دے رکھی ہے، انسان خود جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے؛ یہ آواز سب سے پہلے عراق سے اُٹھی اور سنسویہ یا سوسن نام ایک عجمی نژاد کی زبان سے بلند ہوئی، معبد جہنی نے اسکو اصول عقاید مین داخل کردیا، کچھ لوگ بصرہ سے حضرت ابن عمر کے پاس آے اور عرض کی کہ ہمارے ہان کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے ہین جو تقدیر کے منکر ہین اور کہتے ہین کہ تمام کام پہلے سے مقدر ہوکر نہین بلکہ سرنو ہوتے ہین، حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ انکو کہدو کہ ہمکو اُنسے تعلق نہین اور انکو ہم سے نہین[1]، معبد جہنی نے بصرہ کے علمی حلقون تک آواز پہنچائی اور رفتہ رفتہ دائرہ وسیع ہوتا گیا،

معبد اور عطار بن یسار حضرت حسن بصری کی خدمت مین آتے اور عرض کرتے کہ یہ لوگ (بنوامیہ) خلق خدا کا خون بہاتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم لوگ جو کچھ کرتے ہین وہ خدا کے حکم اور تقدیر سے کرتے ہین، اُنھون نے کہا خدا کے دشمن جھوٹ کہتے ہین، آخر معبد نے بغاوت کی اور عبدالملک اموی کے حکم سے قتل ہوا، معبد کے بعد عمرو بن عُبید، جعد بن درہم، اور غیلان دمشقی وغیرہ نے اس آواز کو دبنے نہ دیا، اور یہ سب یکے بادیگرے بنوامیہ کے ہاتھ سے قتل ہوے، انکے قتل نے اس فرقہ مین اور زیادہ جوش برپا کردیا، اور ایک دوسرا اصول ان مین مسلم ہوا کہ سفاکون اور ظالمون کو روکنا اور عدل وانصاف کی دعوت دینا فرض ہے، ابتداءً اس فرقہ کا نام قدریہ پڑا اور آخر بڑھتے بڑھتے یہی معتزلہ بنگئے،

اب وہ وقت آگیا کہ امویہ کا دور گذر کر عباسیہ کا ستارۂ اقبال سیاہ پرچمون کے سایہ مین ایران کی سرزمین سے طلوع ہوا، یونان وعجم کے فلسفہ نے زبانون کی گرہین کھول دین کہ جسکے منہ سے جو بات نکلی وہ ایک مذہب بنگیا، عراق، خراسان، رے وغیرہ ایران کے بڑے بڑے شہر مذہب سازیون اور فرقہ بندیون کے مرکز بن گئے، خراسان مین جہم بن صفوان ترمذی پیدا ہوا

---

[1] مقریزی جلد ۲ صفحہ ۳۵۶، مصر

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان،

جس نے خدا کے تمام صفات آلہیہ کا انکار کیا، اور خدا کو مجبور محض فرض کیا، معتزلہ نے خدا کو صفات سے اسقدر منزہ کیا کہ وہ معدوم کے ہم معنی بن گیا، ابن کرام سیتانی نے رے مین خدا کی تجسیم کا وہ اعتقاد ظاہر کیا کہ ایک خوبصورت اور ثقہ صورت انسان بنا کر تخت پر بٹھا دیا، معتقدین تجسیم بھی ایک خیال پر متفق نہوے، خراسان مین سلیمان مفسر نے یہ اعتقاد ظاہر کیا کہ خدا کا جسم گوشت اور پوست سے مرکب ہے، ہشام بن حکم نے گوشت و پوست کے بجاے اسکو نورانی الجسم کہا، ہشام بن سالم جولیقی نے کہا خدا نور ہے، گوشت و پوست نہین، اوپر کا دھڑ مجوف اور نیچے کا دھڑ ٹھوس ہی، اسکے کالے کالے بال ہین، انسانون کی طرح حواس خمسہ رکھتا ہے ہاتھ ہے، پانون ہے، مُنہ ہے، آنکھ ہے، ناک ہے، داڑھی نہین، بیان بن سمعان نے کہا خدا کے جسم تو ہے لیکن قیامت مین وہ فنا ہو جائیگا، صرف چہرہ رہجائیگا، معتزلہ نے اُسکی رویت کا انکار کیا، اکثر نے تسلیم کیا، دوسرون نے کہا رویت ان حواس خمسہ سے نہین بلکہ ایک اور حاسہ سے ہوگی جو قیامت مین خدا پیدا کریگا،

یہ بحث تو صرف خدا کی ترکیب کے لحاظ سے تھی، خدا کے صفات کی بحث اسکے بعد شروع ہوتی ہے، جہمیہ نے خدا کے صفات آلہیہ سے انکار کیا کہ اگر صفات ہون تو انکی بقا بھی لازم آتی ہے اور دائمی بقا صرف خدا کی ذات کے لئے ہی، نیز ذات وصفات سے مل کر خدا کی ترکیب لازم آتی ہے، اور وہ ترکیب سے پاک ہے، معتزلہ نے کہا خدا کی عین بسیط ذات ہی صفات کی قائم مقام ہے، اسکے مقابل ظواہر نے کہا صفات ذات سے الگ مستقل ہستی رکھتی ہین، اشاعرہ نے کہا کہ صفات نہ عین ذات ہین نہ خارج از ذات ہین، کعبی بلخی نے کہا کہ خدا مین صرف ایک صفت علم ہے، ارادہ اسکی ذات کے ساتھ قائم ہے ،

ایمان اور عمل ایک شے ہے، یا عمل ایمان سے خارج ہے، ایمان زبان سے صرف

اقرار کا نام ہے یا دل سے محض اعتقاد کا، یا زبان کے اقرار اور دل کے اعتقاد دونون کے مجموعہ کا، ایمان مین کمی اور زیادتی ہو سکتی ہے یا نہین، خدا پر ایمان لانا عقلاً واجب ہے یا سمعاً، نبوت کا ثبوت عقل سے ہوتا ہے یا نقل سے، معجزہ ممکن ہی؟ معجزہ دلیل نبوت ہے یا نہین، معجزہ مخفی اسباب پر مبنی ہوتا ہے؟ خدا کے احکام مین مصالح اور حکم ہوتے ہین، خدا کے کام اسباب کے زیر اثر ہین؟ قرآن معجزہ ہے یا نہین، قرآن کا جواب درحقیقت نہین ہو سکتا تھا، یا ہو سکتا تھا لیکن خدا نے انسان سے اسکی قدرت سلب کر لی ہے، قرآن اگر معجزہ ہے تو کس حیثیت سے، پیشینگوئی کی حیثیت سے یا عبارت کی حیثیت سے، قرآن کیونکر کلام الٰہی ہے وہ قدیم ہے یا حادث، اسکے الفاظ بھی قدیم ہین یا صرف معانی، جنت اور دوزخ کا وجود حقیقت مین بھی ہے یا اس سے مجازی معنی مراد ہین، اگر حقیقی مراد ہین تو اسوقت موجود ہین یا نہین، قیامت مین وہ رہینگی یا فنا کردی جائینگی، جسکے دل مین ذرا بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ مین داخل ہوگا یا نہین، قبر مین بندہ پر عذاب ہوتا ہے یا نہین، دوزخ مین کفار صرف ایکبار جلینگے یا بار بار، خدا کو محال پر قدرت ہی یا نہین وہ ظلم کر سکتا ہی یا نہین، اور آخر یہ کہ نعوذ باللہ وہ جھوٹ بول سکتا ہی یا نہین؟

امامت کا سلسلہ ہم نے چھیڑا نہین کہ اس سے پھر ایک اور تسلسل پیدا ہوگا ،

یہ اور انکے علاوہ سینکڑون مزخرفات مسائل کی صورت مین پیدا ہوے اور جسکی عقل نے جوبات کہی وہ ایک گروہ کا مذہب قرار پاگئی، چنانچہ یہ تمام مسایل مختلف فرقون مین نفیاً یا اثباتاً اصول مذہب مین داخل ہین، یہ اختلافات صرف زبان اور دلائل تک محدود نہ رہے، بلکہ بارہا باہم دست دگریبان تک نوبت پہنچی، تیسری صدی مین اشعریت پیدا ہوئی جس نے محدثین اور فقہاء مین بھی حُسن قبول پیدا کیا کہ اسکا مسلک عقل و نقل اور معتزلہ اور اہل ظواہر کے بیچ بیچ مین تھا، اس نے ایک طرف باقلانی، ابن فورک، غزالی اور رازی کے زور بیان سے، دوسری طرف

ملک شاہ سلجوقی، سلطان محمود غزنوی، سلطان صلاح الدین ایوبی اور محمد بن تومرت موحدی (اسپین) کی تلوارون سے وہ قوت حاصل کی کہ تمام فرقے اسکے سامنے دب گئے، تاہم بغداد کی سرزمین جب تک زندہ رہی، حنابلہ اور اشاعرہ جن مین سے ہر ایک کتاب وسنت پر عمل وایمان کا تنہا دعویدار تھا، کبھی اُنکے باہمی فتنون سے خالی نہ رہی،

(۴)

اسلام کے مختلف فرقون کی پوری روداد اب تمہارے سامنے ہی، غور سے پڑھو اور دیکھو ان اختلافات کا اصلی مبنیٰ اور اُنکی پیدائش کے اصلی اسباب کیا تھے؟ یہ تھے کہ اسلام کی عملی زندگی کو چھوڑ کر صرف تخیل کی زندگی انھون نے بسر کرنی چاہی،

اسلام مین اختلافات کی جو بنیاد پڑی جب تک ان مین عجمی عنصر غالب نہوا وہ عمل اور زندگی کی جنگ تھی، وہ مذہب کی آمیزش کے بغیر خالص سیاسی اور پولٹیکل جنگ رہی، جسکے فیصلے کئی بار تلوار سے چاہے گئے، عجمیت کے عنصر نے پالٹکس کو مذہب کے پردے مین چھپا دیا اور تلوار کی جگہ شکوک، شبہات، استدلات عام فریب، تاویل فاسد تغییر عقاید نے لیلی، نتیجہ یہ ہوا کہ تلوار کی جنگ گو مادی اجسام کو فنا کر رہی تھی لیکن قومی زندگی کو ترقی ہو رہی تھی، قوم مین زندہ رہنے کا جوش وخروش تھا، اس طرز جنگ نے زندگی کے اصل جوہر اور مذہب کی اصل روح اور عمل کی اصلی قوت کو فنا کر دیا،

اسلام دوسرے مذاہب کی طرح عقاید اور عبادات دو چیزون سے مرکب ہی، لیکن اسلام درحقیقت عقاید کی وسعت اور کثرت کا شایق نہین بلکہ اسکے رسوخ، استواری اور شدت ایمان کا طالب ہے، لیکن انسانیت کی بیمار فطرت ہمیشہ وسعت کی طرف جاتی ہے، خلاق فطرت کا فرستادہ اس رمز سے آگاہ تھا، صحیح بخاری مین ہی کہ آپنے فرمایا،

لن یبرح الناس یتساءلون حتی یقولوا	لوگ ہمیشہ ایک دوسرے سے بحث ومناظرہ کرتے جائے
ھذا اللہ خالق کل شیئ فمن خلق اللہ	یہان تک پہنچے کہ اچھا خدانے سب چیزونکو پیدا کیا، پھر
	خداکو کس نے پیدا کیا،

مُسلم مین حضرت عائیشہ سے مروی ہی کہ ایک دن آپنے آیت ذیل تلاوت فرمائی،

هُوَالَّذِیٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ مِنْهُ آیَاتٌ	اس نے تجھپر یہ کتاب نازل کی جسمین کچھ آیتین محکم
مُحْکَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ	اور واضح ہین، وہ اصل کتاب ہی اور بعض متشابہ ہین
فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ	جنکے دلون مین کجی ہے وہ متشابہ کے پیچھے پڑتے ہین
مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ	فتنہ انگیزی کے لئے اور اسکے مطلب کو حل کرنیکے لئے
تَاْوِیْلِهٖ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ م	حالانکہ اس کا حقیقی مطلب خدا کے سوا کوئی نہین
وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ	جانتا اور جو لوگ علم مین پکے ہین وہ کہتے ہین ہم اسپر
کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا	ایمان لاے یہ سب خدا کی طرف سے ہی اور عقلمندون کے
الْاَلْبَابِ	سوا کوئی عبرت نہین پکڑتا۔

پھر فرمایا:

اِذَا رَأَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ	جب ان لوگون کو دیکھو جو متشابہ کے پیچھے پڑتے ہین
فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ سَمَّی اللّٰهُ فَاحْذَرُوْهُمْ،	توجانو کہ یہ وہی ہین جنکا خدانے نام لیا ہے تو انسے احتراز کرو

اسی بنا پر صحابہ کرام سے اگر ایسا فعل سرزد ہوتا جو اس ارشاد کے خلاف ہوتا تو آپ سخت برہم ہوتے، ترمذی مین حضرت ابوہریرہؓ سے اور ابن ماجہ مین عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ ایکدفعہ آپ باہر تشریف لاے تو دیکھا کہ کچھ اصحاب ایک حلقہ مجلس مین بیٹھے بحث ونزاع مین مشغول ہین، فرمایا کہ کس مسئلہ مین گفتگو کر رہے ہو، عرض کی مسئلہ تقدیر مین،

یہ سنتے ہی آپکا چہرہ سرخ ہوگیا، راوی کا بیان ہی کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی نے چہرۂ مبارک پر انار کے دانے نچوڑ دیے ہین، آپ نے فرمایا، کیا تمکو اسی کا حکم دیا گیا ہے، کیا تم اسی لئے پیدا کیے گئے ہو، کیا مین یہی پیغام دیکر بھیجا گیا ہون، قرآن کی ایک آیت کو دوسرے آیت پر ٹپکتے ہو، تم سے پہلے جو قومین تہین وہ اسی سے ہلاک ہوئین، مین تاکیداً کہتا ہون کہ اسمین جھگڑا نکرو،

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام عقاید کی وسعت اور ان مین بحث و نزاع کا شایق نہین، وہ صرف اس پیغام پر ایمان اور یقین کا طالب ہے جو علی الاعلان وہ تمام دنیا کو سناتا ہے، جسکے سمجھنے مین نہ عرب کے بدوؤن اور افریقہ کے حبشیون کو تامل ہے، اور نہ یونان کے حکیمون اور یورپ کے فلاسفرون کو، **بخاری** مین ہے کہ ایک دفعہ ایک صاحب کو ایک مسلمان غلام آزاد کرنا تھا، وہ احمق سی کوئی حبشیہ لاے اور دریافت کیا کہ کیا یہ مسلمان ہے؟ آپ نے اس سے پوچھا خدا کہان ہے؟ اس نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا دی، آپنے ان صاحب سے فرمایا لیجاؤ یہ مسلمان ہے؟

اللہ اکبر! اسلام کی حقیقت پر کتنے پردے پڑ گئے ہین، آپ تو اسلام کے لئے صرف آسمان کی طرف انگلی اٹھا دینا کافی سمجھتے ہین، لیکن ہمارے نزدیک آج کوئی مسلمان نہین ہو سکتا جب تک **نسفی** کے تمام بندھے عقاید پر حرفاً حرفاً آمین نہ کہتا جائے،

ن، م

موازنۂ انیس و دبیر

مولانا شبلی مرحوم کی یہ تصنیف ایک مدت سے ناپید تھی، شائقین نے بار بار درخواستین بھیجین لیکن تعمیل نہو سکی، اب بڑی مشکل سے اسکے کچھ نسخے ہاتھ آئے ہین، خوشخط، عمدہ طبع اول، قیمت ؎ ۳،

منیجر

جدید علم ہیئت
اور
عربی اصطلاحات

سات آٹھ برس ہوے مین نے الندوہ مین "مسلمان اور علم ہیئت" کے عنوان سے دو تین نمبرون مین ایک مضمون لکھا تھا، اسکے آخر مین اس دعوی کے ثبوت مین کہ جدید علم ہیئت قدیم مسلمان ہیئت دانون کا کسقدر ممنون ہے، ہیئت کے چند عربی اصطلاحات جو اب تک یورپ کے علمی حلقون مین مستعمل ہین، پیش کیے تھے، اسکے بعد سے اس قسم کے اور مزید اصطلاحات کی تفتیش و جستجو کا شوق پیدا ہوا، چنانچہ اچھا خاصہ ذخیرہ اس کا اثناے مطالعہ مین جمع ہوگیا، جنوری ۱۹۱۶ء مین مجلس تہنیت سالگرہ والیہ بھوپال کی دعوت پر بھوپال جانے کا اتفاق ہوا وہان یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ ہمارے دوست منشی محمد مہدی صاحب نائب مہتمم صیغہ تاریخ بھوپال کو بھی اس شعبہ سے خاص دلچسپی ہے، اور انھون نے بھی اس قسم کے اصطلاحات فراہم کیے ہین، ذیل مین انکی کوششون کے نتائج ناظرین کے پیش کش ہین، جو الفاظ ان سے چھوٹ گئے تھے، انکو اضافہ کر دیا ہے، منشی صاحب اپنے خط مین لکھتے ہین:

حسب وعدہ چند اصطلاحین اور ستارون کے نام جسقدر مین نے جمع کیے ہین روانہ خدمت کرتا ہون، پہلے یہی نام عموماً انگریزی اور دیگر یورپین زبانون مین متداول تھے ۱۶۰۳ء مین جرمنی کے ایک عالم فلکیات (Bayer) نے آسمان کا ایک نقشہ بنایا، اسمین ستارون کے عربی اور یونانی نامون کے بجاے یونانی حروف استعمال کیے، جب سے تسمیۂ کوکب کا یہی طریقہ رائج ہوگیا کہ صورت کواکب کے نام مین علامت نسبت اضافہ کرکے نام کے پہلے یونانی

حرف لکھدیا جاتا ہے جیسے (B. Persel 'a orronis

اس دن سے عربی و یونانی نام متروک ہوگئے، تاہم اب بھی چند یونانی نامون کے علاوہ ساٹھہ ستر ستارون کے عربی نام علم ہیئت کی انگریزی کتابون مین لکھے جاتے ہین، مرسلہ فہرست مین مروجہ نامون کے پہلے مین نے حرف میم بنادیا ہے، یہ نام حال کی مطبوعہ کتابون مین لکھے ہوے ہین چنانچہ "ایزی پاتھس ٹو دی اسٹارس"، مین بھی جو ۱۹۰۳ء مین مطبع پانیر سے شایع ہوئی ہے موجود ہے،

انگریزی مین علم ہیئت کی بعض اصطلاحین اور ستارون کے نام ایسے بھی ہین جن پر عربی نامون کا دہوکا ہوتا ہے، مثلاً Kumah 'Kornephoros' Elacola 'Alcyone' Albires (ارتفاع) Altitude Regulus 'Imesartin وغیرہ لیکن یہ یونانی نام ہین، کیمہ اور مسرتین عبرانی الفاظ ہین، پہلے مین بھی انکو عربی نامون کی مسخ شدہ صورت سمجھتا تھا، لیکن تحقیق سے یہ خیال غلط ثابت ہوا،

اسی طرح عربی الفاظ کی ایسی صورت بگڑی ہے کہ بادی النظر مین وہ عربی الفاظ تو نہین معلوم ہوتے اور اصل الفاظ کا پتہ لگانا مشکل ہوگیا ہے، اس فہرست مین جسقدر نام ہین مین نے انکی قدیم و جدید ہیئت کی عربی، فارسی، اردو اور انگریزی کتابون اور عربی و انگریزی لغات سے تحقیق کرلی ہے، البتہ بعض نام ایسے ہین جنکی اصل عربی نہ معلوم ہوسکی، اور بعض نام ایسے ہین جن پر مجھے پورا اطمنان نہین ہوا، نامعلوم اور مشتبہ نامون پر مین نے علامت ؟ بنادی ہے، ایک نام Almaak ہے، اسکے عربی نام کی جگہ مین نے یہی علامت بنادی ہے، ویبسٹر کی ڈکشنری مین لکھاہے کہ یہ عربی نام Al anuqulardh سے

بنا ہے، ardh کے معنی Badger (بجوؔ) لکھے ہین، عربی مین بجو کو ضبع کہتے ہین، اگر "ارضہ" سے بنا ہے تو اسکے معنی دیمک کے ہین، ممکن ہی کہ یہ نام "عنق الضبع" ہو،

عربی مین اکثر ستارون کے نام مرکب ہین، انگریزی مین اُنکا صرف ایک جز لیلیا گیا ہے مین نے مرکب نامون کے متروکہ جز جسقدر دریافت ہوسکے اور قیاس سے معلوم ہوے قوسین مین لکھدیئے ہین،

عربی نامون مین ایک تصرف یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کل کا نام جز کو دیدیا گیا، یعنی عربی مین وہ ایک ستارون کے جھرمٹ یا صورت کواکب یا منزل قمر کا نام تھا، انگریزی مین وہ صرف ایک ستارہ کا نام رکھدیا گیا، اس فہرست مین منزل قمر پر م-ق، اور صورتِ کواکب پر ص-ک بنادیا ہے،

اس فہرست مین کل ۱۰۴ نام ہین، ابھی تلاش جاری ہے، آیندہ اور جسقدر نام معلوم ہونگے، وہ بھی آپکے پاس بھیجدونگا، فی الحال آپ نے جسقدر نام جمع کئے ہین، اُنکے ساتھ انہین بھی معارف مین چھاپ دیجئے،

ستارون کے نام

آخرالنہر	Acherner.
(اکلیل) العقرب	Acrab.
الزبانیان -م-ق،	Acubens.
ظہر (الکلب)	Adhara.
العذرا،	Adhra. Aludra.
الضبع،	Adid = Adib.
الاظفار	Al Adhafera
(سعد) البلع = البلع-م-ق،	Al Bali.
الخباء	Al chiba
الخور،	Alcor.
الدبران	Aldebran
ظہر الیمین،	Alderamin.

الفرقدین	Al farkadain Pherkad.
(قرن؟) الجدی،	Algedi.
الجنب (المسلسلہ)	Algeneb
الجبہہ - م - ق،	Algieba
(راس) الغول	Algol.
الغمیسار	Algomaiza
(جناح) الغراب	Algorab.
العبور	Alhabor
العیوق	Alhaiot
الہنعہ - م - ق،	Alhena
الیتہ	Alioth
القاید	Alkaid
التعفرٰی	Alkaphrah
الکاس	Alkes.
؟	Almak. Almach.
منقارالدجاجہ	Al minkaral dajajah
المریدین	Almuridin
(حنایت) النہر	Alnahr

الناجدیاالنجید	Alnajid
النّسل	Al nasl.
النطح	Al nath
النظام	Al nilam
یہ پہلے Al nitam تھا کاٹ کر دیا گیا،	
Al nilam رہ گیا،	
النطاق	Al nitak
؟	Al niyat
الفرد (الشجاع)	Alphard
(نیّر) الفکہ	Alphecca
(سرة) الفرس یا الفرغ الموخر	Alpheratz
الفرق (؟)	Alpherk.
؟ الرکابہ	Alruccabh.
الرشا - م - ق	Al risha = Elracha
الشاہین	Alshain
(نسر) الطائر	Altair
الطرف	Al Tarf
(؟) الحیہ	Alya
عناک الارض	Alanak
الردف	Arided = Aridif

عرقوب	Arkab
(؟) ارنب	Arneb
العتیق	Atik
تعلف الفرس	Azelfafage.
آشیانہ (فارسی نام ہے)،	Azha
السماک (اعزل)	Azimech
(سعد) بہام	Baham
بطن قیطس	Batenkaitos
لبیض	Beid
بنات النعش - ص - ک،	Benetnash
ابط الجوزار	Betelquese = Betelgeux
بطین - م - ق،	Botein
کف (الخضیب)	Caph
کلب الراعی	Cheleb = Cebalrai
کرسی (؟)	Cursa
(سعد) ذابح	Dabih
ذنب الدجاجہ	Denb = Deneb Adige.
ذنب الجدی	Deneb Algieda
ذنب الدلفین	Deneb el Delphine

ذنب العقاب	Deneb el Okab
ذنب قیطس	Deneb Kaitos
ذنب الا(سد)	Denebola
ضفدع	Diphda
دبہ	Dubhe
ظہر (الاسد)	Duhr
الفقرة (الدب)	Elkophrah = Elkhekrah
الراقص	Elrakis
انف (؟)	Enef.
الراعی	Errai
(راس) التنین	Etanin
فم الحوت	Fomalhaut
الفردد	Furud
جوزہر	Giansar = Juza
(؟) جدی	Giedi
جناح (الدجاجہ)	Gienah
غمیسا	Gomeisa
الحمل	Hamal
(سعد) الہمام	Haman

ازار	Izar
کفة الجنوبی	Kiffa australio
کفة الشمالی	Kiffa Borilis
قطعة الفرس	Kitephard
قطب	Kochab
قوس شمالی	Kaus Borilis
قوس نصف النہاری	Kaus Merilionlis
لسع	Lesuth
مرفق (الحوا)	Marfik
مرکب (؟)	Markab
مرکب (؟)	Markeb
مغرز (الدب)	Megrez
میسان	Meisa
مبسوطہ	Melucta = Mebusta
مقبوضہ	Mekbuda
منکب (؟)	Menchib
منکب (قیطس)	Menkab
منکب ذی العنان	Menkalinan
منقار (القیطس)	Menkar

مراق (؟)	Merach
مراق (الدب)	Merak
منطقة (الجوزا)	Mintaka
مرفق (المسلسلہ)	Mirfak
مرزم (یمانی)	Mirzam = Murzam
مئزر	Mizar
مفرد (الراع)	Mufrede
نیر الزورق	Nair al Zaurak
نشرہ - م - ق	Nashira
نقار - ص - ک	Nekar
نبل	Nebal = Nihal
نطاق (الجوزا)	Nitak
نسکین - ص - ک ؟	Nusakan
عقدة (القیطان)	Okda
فرد (؟)	Phard
فخذ (الدب)	Phecda
راس الاسد	Rasalasad
راس الجاثی	Rasalgethi
راس الحوا	Ras al Hague

راس الثعبان	Rastaban
رجل (الجوزا)	Rigil
رجل قنطورس	Rigil Kentaurus
رکبة (الکرسی)	Ruchba
؟	Ruchbarurranich
سائق	Sabik
سعد الاخبیہ	Sadachbia
سعد الملک	Sadalmelik
سعد السعود	Sadal Sud
الصدر (؟)	Sadr
؟	Sailnaschruah
سیف (الجبار)	Saiph
صدر (ذات الکرسی)	Schedar
(ذنب قیطس) شمالی	Schemali
شولہ - م - ق	Shaula
شلیاق - ص - ک	Sheliak
شرطان - م - ق،	Sheratan
سلحفات - ص - ک	Sulaphat
طریدہ ؟	Tarazed

ثابت ؟	Thabit
التوائم	Theemin
الثعبان	Thaban
عنق الحیہ	Unukalhai
عرقوب الرامح	Urkaburramih
(نسر) الواقع	Vega
الوسط	Wasat
الوزن	Wezen
یلدز (ترکی)	Yeldun
زاویہ	Zavijava = zarifan.
زاویہ	Zaniah
زورق	Zaurak
زبان الشمالی	Zubenelchamali
زبان الجنوبی	Zubenelgenubi
؟	Zubenhakrabi

ہیئت کے دیگر اصطلاحات

العنکبوت (اصطرلاب کا ایک پرزہ)	Alankubuth
العضادہ (اصطرلاب کا ایک پرزہ)	Alidad
المقنطرۃ (ایک آلہ)	Almucantar
اصطرلاب	Astrolabe
السموت	Azimuth
سمت (النظر)	Nadir
سمت (الراس)	Zenith

لاہور کا مشہور فارسی شاعر

(۴)

مسعود سعد سلمان

شاعر کے حالات خود اسکے کلام سے

ترجمہ شیخ عبد القادر ایم اے پروفیسر الفنسٹن کالج، بمبئی

ایک مدت کی چھٹی ہوئی داستان آج پھر شروع ہوتی ہے، شاید ناظرین کو واقعہ یاد بھی ہو، مرزا عبد الوہاب قزوینی کا یہ مضمون ہے، پروفیسر براؤن نے اسکو انگریزی مین منتقل کیا، اور ہمارے دوست پروفیسر موصوف اسکو اُردو مین ترجمہ کر رہے ہین،

مسعود سعد سلمان ہندوستان کی خاک سے پیدا ہوا تھا، اور لاہور کا باشندہ، اور حکومت غزنین کی طرف سے جالندہر کا گورنر تھا، بادشاہ نے ناراض ہو کر قید کر دیا تھا، اس قید سے چھوٹ کر دوبارہ قید ہوتا ہے، کیا اُس زمانہ مین بھی کوئی قانون تحفظ ہند تھا؟

سعود کی دوسری قید

ابو نصر فارسی جب بادشاہ کے معرض ناخوشی مین آیا تو اُسکے متعلقین وطازمین حسب دستور پکڑے گئے، معزول کیے گئے یا قید خانہ مین ڈالدیے گئے، ان مین مسعود سعد سلمان بھی تھا، جو قلعہ مرنج مین قید کیا گیا، اور وہان اسکو ایک مدت دراز تک حبس مین رہنا ہوا، اسی مدت مین اُس نے سلطان مسعود کے اہل دربار اور ندیمون کی مدح مین اتنی دلگداز اور رقت انگیز نظمین لکھین کہ بقول نظامی عروضی انکے پڑھنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین اور آنکھون سے آنسو بہنے لگتا ہے[۵]، مگر با این ہمہ سلطان کا دل مائل نہوا، آخر کار قیاس غالب کے مطابق آٹھ سال کے بعد **ثقۃ الملک** طاہر بن علی کی کوششون سے اُسکی رہائی ہوئی، یہ امور بالا

---

۵ نظامی کے الفاظ یہ ہین: دقت باشد کہ من از اشعار او خوانم موی بر اندام من راست شود و جای آن دارد کہ آب از چشم من برود، عبد القاد

بطریق اجمال مذکور ہوے، انکے ثبوت مین اب مین مسعود کی نظمون سے اشعار نقل کرونگا،

جب مسعود (جالندہر کا گورنر تھا، اسکا ایک دوست محمد خطیبی نام جو شاید ابو نصر فارسی کے متعلقین سے تھا، قزدار (قصدار) کا جو سیستان مین ہے کمشنر تھا، ان دونون کو بھی معزول کر کے قید مین ڈالدیا گیا، ثقۃ الملک طاہر بن علی[۵] کے (جو سلطان مسعود کا ایک وزیر تھا) ایک مدحیہ قصیدہ مین محمد خطیبی کو مسعود سعد دلاسا دینے کی کوشش کرتا ہے اور اُس قصیدہ کے چند الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسعود کے قید کا سبب اسکے جالندہر کی حکومت کے ساتھ وابستہ ہے،

محمدا اے بجہان عین فضل و ذات ہنر　　توئی اگر بود از فضل در جہان پیکر
ترا خطیبی خوانند و شاید و زیبد　　کہ تو فصیح خطیبی بنظم و نثر اندر
ز حسب حال چو زہر تو زہرہ ام خون شد　　کہ نظم کردۂ آن را بگفتۂ چو شکر
چو بنگریم ہمیدون پس از قضاے خدا　　بلاے ما ہمہ قزدار بود و جالندہر
دو اہل فضل دو آزادہ دو ممتحنیم　　دو خیرہ راے دو خیرہ سر و دو خیرہ بصر
مرا اگر پس ازین دولتے دہد یاری　　من و ثناے خداوند و خامہ و دفتر
بمدحت ثقۃ الملک ازین چہ دریا دل　　بغوص طبع بر آرم ز طولہاے گہر

---

۵ ثقۃ الملک طاہر بن علی بن مشکان سلطان مسعود بن ابراہیم کا وزیر تھا، عوفی مسعود سعد سلمان کے ترجمہ مین لکھتا ہے ،
لد ۲ صفحہ ۲۴۶ ۲) ثقۃ الملک کے بارہ مین وہ لکھتا ہے کہ جب وزارت کی صدارت کے مسند پر وہ اسقدر امتیاز کے ساتھ منصوب تھا
و سعد کے اکثر قصیدون مین جو ثقۃ الملک کی مدح مین ہین، سلطان مسعود کی بھی مدح داخل ہے، ان مین سے ایک بیت
ل کرتا ہون، بیت نہ چو ثقۃ الملک بود ملک فرزوزی　　نہ نیز چو مسعود بود ملک ستانی - ابو الفرج رونی نے بھی اسکی
یف مین قصاید لکھے ہین، ایک قصیدہ مین وہ کہتا ہے ،　　ثقۃ الملک خاص و خازن شاہ + خواجہ طاہر علیہ عین اللہ
ں بیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسکو وزیر کے خطاب کے پیشتر خاص کا خطاب تھا، سنائی نے بھی اسکی مدح مین نظمین لکھین
اپنے کارنامہ مین سلطان مسعود کی مدح کے بعد وہ کہتا ہے، ثقۃ الملک طاہر ابن علی + بادشہ چون نبی و او چو ولی
تر اگر ز آسمان ظاہر + یک زمین است و طاہر طاہر + مختاری غزنوی نے بھی اسکی ثنا خوانی کی ہے، یہ رباعی اسکی ہے
ہر ثقۃ الملک سرداگران　　آید بخط امر تو سرہاے سران + چون شد بجہان دانش جست گران　　پاینده شمر عمر جہان سکندران
ف الدین حاجی بن نظام الفضلی کے آثار الوزراء مین اور غیاث الدین خواندمیر کے دستور الوزراء مین اسکا یعنی
الملک کا ترجمہ (بایوگرافی) موجود نہین، شعرا　　کے کلام مین اسکا نام اور لقب جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ثقۃ الملک

اسی زمانہ کے قریب یعنی اسکی دوسری قید کے شروع مین اُس نے اپنا مشہور قصیدہ میمیہ لکھا، جو نہایت دلگداز اور رقت انگیز ہے، اسکے ابتدائی اشعار حسب ذیل ہین،

از کردۂ خویشتن پشیمانم جز توبہ رہ دگر نمیدانم
کارم ہمہ بخت بد بپیچانند در کام زبان ہمی بپیچانم
این چرخ بکام من نمی گردد بر خیرہ سخن ہمی چہ گردانم

چند شعرون کے بعد یون کہتا ہے،

تا زادم اے شگفت محبوسم تا مرگ مگر کہ وقف زندانم
یکچند کشیدہ داشت بخت بد در محنت و در بلاے الوانم
چون پیرہن عمل بپوشیدم بگرفت قضاے بد گریبانم
بر ہبیدہ باز مبتلی گشتم آورد قضا بسیج ویرانم
بر مغز من اے سپہر ہر ساعت چندین چہ زنی کہ من نہ سندانم
در خون چہ کشی تنم نہ زو بینم در تف چہ بری دلم نہ پیکانم
حملہ چہ کنی کہ کند شمشیرم پویہ چہ دہی کہ تنگ میدانم
رو رو کہ باتیا دشبدیزم بس بس کہ فرد گست خفتانم
سبحان اللہ مرا نگوید کس تا من چہ سزاے بند سلطانم

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۵) طاہر بن علی پایا جاتا ہے، اس بات کی سند کہ علی شکان کا بیٹا تھا، صرف نظامی عروضی سمرقند
قول ہے، اس شکان کا بیٹا ابونصر منصور بن شکان تھا جسکا انتقال ۴۳۱ھ (= ۱۰۳۹-۴۰ء) مین ہوا، اور جو سلط
محمد اور اسکے بیٹے سلطان مسعود کا سکریٹری تھا اور مقامات بونصر شکان کا مصنف اور ابوالفضل بیہقی مصنف تاریخ
مسعودی کا استاد،
ابونصر شکان کی بایوگرافی کے لئے دیکھو صلاح الدین صفدی کی وافی بالوفیات ابن الاثیر، در وقایع ۴۳۱ھ
اور ابوالفضل بیہقی کی تاریخ، پس معلوم ہوتا ہے کہ ثقۃ الملک طاہر بن علی بن شکان ابونصر کا بھتیجا ہے، اسکی وفا
کی تاریخ مجھکو یقینی طور پر نہین ملی، لیکن غالباً وہ ۵۰۰ھ (= ۱۱۰۶-۷ء) کے بعد اور ۵۱۰ھ (= ۱۱۱۶-۱۷ء) کے پہلے ہوئی جاہئے

واللہ کہ چو کرگ یوسفم واللہ بر خیرہ ہمی نہند بہتانم
گر ہرگز ذرۂ کژی باشد در من نہ ز پشت سعد سلمانم

آخر مین کہتا ہے،

پیوستہ چو ابر و شمع می گریم وین بیت چو حرز مدح میخوانم
فریاد رسیدم اے مسلمانان از بہر خداے اگر مسلمانم

اس قصیدہ کے کل اشعار اسی طرح دردناک ہین، گو مذکورہ ابیات ہمارے موجودہ مطلب سے جو مسعود سعد کے سوانح زندگی سے متعلق شواہد اور حالات بہم پہنچانا ہی خارج ہے، انکو یہان بطور نمونہ حبسیات درج کیا گیا،

ایک دوسرے قصیدہ مین جو ثقۃ الملک کی مدح مین لکھا گیا ہے وہ کہتا ہے کہ پچھلے سال مین وہ حکومت کے جلیل القدر امراء اور افسرون مین سے تھا، ہر ایک درم سرکاری کا جسکا وہ ذمہ دار تھا، حساب دہی کر سکتا تھا با این ہمہ وہ قلعۂ مرنج مین ایک سال تک انتہا درجہ کی ذلت اور خواری کے ساتھ قید کیا گیا، یہ قصیدہ اس نے دوسری قید کے پہلے سال مین لکھا تھا، رسمی مدح کے بعد کہتا ہے،

دشمن و دوست دیدہ بود کہ من یار بودم ز جملۂ اعیان
اسپ بسیار و بندۂ بے حد مال انواع و نعمت الوان
من چو مستان ہمی دوانیدم از چپ و راست بر کشادہ ہان
بر ہمہ اعتماد آنکہ مرا نتواند کہ کس نہد بہتان
کردہ ام شغل و کردہ ام مدحت کہ ندیدہ است کس چنین و چنان
از عمل نیست یکدرم باقی بر من از ہیچ وجہ در دیوان

ہستم اینک درین حصار مرنج   گندۂ وسوختہ نہ خان ونہ مان
شکم وپشت مین دراین یکسال   واللہ ار یافت است جامہ ونان

اُسی شخص یعنی ثقۃ الملک کی مدح کے ایک اور قصیدہ مین یہ نظر آتا ہے کہ اُسکی تصنیف کے وقت قلعۂ مرنج کے قید خانہ مین اسکو دو سال گذرے تھے، مدح کے بعد وہ کہتا

رنج و تیمار در حصار مرنج   جان من رنجہ کرد و طبع فگار
طبع و جان مرا برحمت و فضل   بخر از رنج وبرکش از تیمار
تو خود از خویشتن روا داری   در چنین رنج اگر بمیرم زار
چون زامسال و پار یاد کنم   زار گریم ز حسرتِ پیرار

القصہ ۔ایک وزیر کو جسکا نام گو صراحتاً مذکور نہین مگر یقیناً اندازہ ہو سکتا ہی کہ ثقۃ الملک ہی مذکور ہے) مخاطب کر کے شاعر اپنے زمانہ قید کی مدتین صاف طور پر بیان کرتا ہے یہ قصیدہ مرنج کی قید کے تیسرے سال مین تصنیف کیا گیا،

من دراین حبس چند خواہم بود   ماندہ بندی چنین گران بر پاے
ہفت سالم بکوفت سو ودہک   پس ازانم سہ سال قلعہ نائے
در مرنجم کنون سہ سال بود   کہ بہ بندم دراین چو دوزخ جاے

مرنج کے متعلق اسکی نظمون مین اس سے زیادہ زمانہ کا یعنی تین سال سے زیادہ کا ذکر نہین آیا، ایک دوسرے قصیدہ مین جو سلطان مسعود بن ابراہیم کی مدح مین ہے اور جو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قید خانہ سے چھوٹنے کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد لکھا گیا ہے اور جسکا مطلع یہ ہے:

شاہانِ پیش را کہ نکردند جز ستم   شاہِ زمانہ کرد بہ تیغ و بخشش کم

مدح کے بعد وہ یون کہتا ہے:

ہرگز بحرمت حرم اے شاہ مر مرا   نامد بدل کہ گردم ازینگونہ محترم
نہ نہ چو مدحتِ افسرِ حشمت بود سزد   گر مدح گوئی تو شود از خلق محتشم
از جو کہ ضعف تن نکند خاطرِ مرا   در مدح تو بعجز و بتقصیر متہم
کز رنج تن براین دل من دست یافت یاس   وز درد دل برین تنِ من چیرہ شد سقم
کافتادہ بود ازین پیش ای چرخ شیرزخم   باجان و مال و جاہم چون گرگ در غنم
در بندگیت ازین پس چون کلک و چون دوات   بندم میان بجان و گشایم بہ مدح خم

اسکے بعد ایک اور قصیدہ مین جو اسی حاکم کی مدح مین ہے، وہ کہتا ہے

انعام شاہ را کہ مرا داد خانمان   بسیار شد بشکر چگونہ ادا کنم
گر روز من ثنا کنمش بر ملا بنظم   در شب ہمی بہ نثر دعا بر ملا کنم

ثقۃ الملک طاہر بن علی کے متعلق جس نے اُسکو قید خانہ سے رہا کرایا، مسعود سعد نے مندرجہ ذیل دو رباعیان لکھین، ان رباعیون سے نظامی عروضی کی روایت کو کہ یہی ثقۃ الملک مسعود کی رہائی کا باعث ہوا تقویت ملتی ہے،

چرخم چو بخواست کُشت بی ہیچ گمان   جاہِ تو بزندگانیم کرد ضمان
گویم ہمہ شب ز شام تا صبح دمان   اے دولتِ طاہر علی باقی مان

اور :

در خدمت طاہر علی یارم جان   کز خدمتِ طاہر علی دارم جان
ہر صبحدمے روان نہم بر کف دست   در خدمتِ طاہر علی آرم جان

مدت حبس قلعۂ مرنج مین جو زمانۂ حبس گذرا اسکی ٹھیک ٹھیک اور پوری مدت مقرر کرنے مین

کچھ مشکل واقع ہے، ایک طرف:

ہفت سالم بکوفت سو و دہک   پس از آنم سہ سال قلعہ ناے
در مرنجم کنون سہ سال بود   کہ بہ بندم درین چو دوزخ جاے

ان دو شعرون سے ایسا نظر آتا ہے کہ اسکی قید کی کل مدت تیرہ سال کی تھی، یعنی سلطان ابراہیم کے عہد سلطنت مین دس (۱۰) سال، اور سلطانِ مسعود کی حکومت مین تین سال، گو کہ ان شعرون سے یہ نتیجہ بالضرور نہین نکل سکتا کہ قلعۂ مرنج کے قید کی مدت تین سال سے زیادہ نہین تھی، کیونکہ ممکن ہے کہ اس قصیدہ کی تصنیف کے بعد وہ وہان زیادہ دن تک محبوس رہا ہو، لیکن ایک جگہ وہ اس سیزدہ سالہ مدت کا بالتصریح بیان کرتا ہے یعنی اس قصیدہ مین جو اُس نے ملک ارسلان بن مسعود کی مدح مین انشا کیا ہے، اس قصیدہ مین مسعود سعد بادشاہ سے مہربانی اور حسن ارادت کی درخواست کرتا ہے، اور اپنے گذشتہ زندگی کی مصیبتون کا جو قسمت کے ہاتھون اسکو پہنچی ہین بیان کرتا ہے اور یہ بھی کہتا ہی کہ وہ تیرہ سال تک محبوس رہا اور اسکا یہ کہنا مذکورۂ بالا اشعار کے بالکل موافق ہے وہ قصیدہ یون شروع ہوتا ہے،

با روے تازہ و لب پرخندہ نوبہار   آمد بخدمت ملک و شاہ کامگار
سلطان ابوالملوک ملک ارسلان کہ ملک   ذاتِ عزیزِ او درا برد در کنار

مدح کے بعد وہ آگے چلکر کہتا ہے:

در انتظار رحمت و فضل تو ماندہ ام   اے کرد روزگار ترا دولت انتظار
من بندہ سال سیزدہ محبوس ماندہ ام   جان کندہ ام ز محنت در حبس دو حصار
در بہہاے تنگ و خشن ماندہ مستمند   در بندہاے سخت تبر ماندہ استوار

دارم ہزار دشمن و یکجان و یم تن   لیکن گذشتہ دام من از ہشت صد ہزار
بے برگ و بے نوا شدہ و جمع گرد من   عورات بے نہایت و اطفال بے شمار
بسیار امیدوار ز تو یافتہ نصیب   من بے نصیب گشتہ و ماندہ امیدوار
پیر و ضعیف حالم و درویش و عاجزم   بر پیری و ضعیفی من بندہ رحمت آر
گیرم گناہگارم واللہ کہ نیستم   نہ عفو کردہ گنہ ہر گناہگار

اور دوسری طرف ہفت اقلیم، مجمع الفصحاء، اور مسعود کے مطبوعہ دیوان مین ایک قطعہ ہے جسکو لوگ مسعود سعد سے منسوب کرتے ہین اور جسمین وہ ابو الفرج کی طرف خطاب کرتا ہے، اس قطعہ کے چند اشعار یہ ہین،

ابو الفرج شرم نایدت کہ بجہد   ہمچنین حبس و بندم افگندی
تا من اکنون ز غم ہمے گریم   تو بشادی ز دور می خندی
شد فراموش کز براے تو باز   من چہ کردم ز نیک پیوندی
مر ترا ہیچ باک نامد از آنک   نوزدہ سال بودۂ ام بندی

اس قطعہ سے یہ پایا جاتا ہی کہ وہ ۱۹ سال قید مین رہچکا تھا، اور جسوقت اُس نے یہ قطعہ کہا تھا، اُسی وقت وہ پھر زندان مین ڈالدیا گیا تھا، کچھ شک نہین کہ ان دو انتخابون مین سے ایک مین ضرور غلطی واقع ہوئی ہے یا تو لفظ “نوزدہ” جو “نوزدہ سال بودہ ام بندی” مین موجود ہے یا لفظ “سیزدہ” جو “من بندہ سال سیزدہ محبوس ماندہ ام” مین واقع ہی غلط ہے، پس بہتر ہی کہ ہم دونون مقام پر یا ۱۳ یا ۱۹ پڑہین، نظامی عروضی کے اشارہ سے کہ مسعود سعد سلمان، سلطان مسعود کے عہد حکومت مین آٹھ سال قید تھا، مجھے ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ ملک ارسلان کے مدحیہ قصیدہ مین لفظ “سیزدہ” غلط ہے اور بجاے اسکے لفظ “نوزدہ” یا “ہیجدہ” ہونا چاہیئے پس

یہ نتیجہ نکلا کہ مسعود کی محبوسیت کا کل زمانہ ۱۸ یا ۱۹ سال کا ہونا چاہیئے، اور اسمین سے اگر سلطان ابراہیم کے عہد حکومت مین کی ۵ سالہ قید کی مدت کم کرین تو سلطان مسعود کے عہد حکومت مین قلعۂ مرنج کی مدت حبس ۹ سال ہوتی ہے اور یہ نظامی عروضی کے قول کے مطابق ہے،

اس بحث کو فیصل کرنیکے لئے ہمکو یہ فرض کرنا چاہیے کہ علی قلی خان والہ داغستانی صاحب ریاض الشعراء نے اور مسٹر بلانڈ Bland نے اپنے سنہ ۱۸۵۳ء کے ژورنال ایشیاٹک Journal Asiatique جلد ۲ صفحہ ۲۵۶ وغیرہ کے آرٹکل مین اور صاحب مجمع الفصحاء نے نظامی عروضی سمرقندی کے اس جملہ مین کہ "سلطان مسعود کے عہد حکومت مین مسعود سعد کے قید کا زمانہ آٹھ (ہشت) سال کا تھا"، لفظ "ہشت" کو غلطی سے "بست" پڑھا ہے، اور اسکے بعد انھون نے اپنی طرف سے یہ اضافہ کیا کہ مسعود سعد سلمان سلطان ابراہیم کے عہد حکومت مین ۱۲ سال اور سلطان مسعود کی سلطنت مین ۲۰ سال، یعنی جملہ ۳۲ سال محبوس رہا" مگر بظاہر اس بات کا خیال نہین کیا کہ سلطان مسعود کی سلطنت کی کل مدت ۱۷ سال سے زیادہ نہین ہوئی، لہذا مسعود سعد اسکے عہد حکومت مین ۲۰ سال محبوس نہین ہو سکتا، برٹش میوزیم کے کتبخانہ مین چہار مقالہ کے دو قلمی نسخے موجود ہین ان مین اور طہران کے مطبوعہ اڈیشن مین لفظ "ہشت" بالکل صاف موجود ہے،

برگِ گل

یعنی

مولانا شبلی مرحوم کے ان فارسی قصاید کا جو دیوانِ شبلی کے بعد لکھے گئے، نیز ان فارسی غزلون کا جو بسلسلۂ دستۂ گل اور بوئے گل لکھی گئین اور کسیقدر آغاز شباب کے ابتدائی فارسی کلام کا مجموعہ، ابھی حال مین مطبع معارف سے شایع ہوا ہے، قیمت ۴ر

باب التربیة والتعلیم

التربیة الاستقلالیة

فن تعلیم و تربیت کے کچھ اسباق

(۴)

مذہبی اور سیاسی تعلیم

اسوقت کل دنیا کے طلباء دو قسمون مین منقسم ہین، ایک مذہبی تعلیم حاصل کرتا ہے، اور دوسرا دنیوی تعلیم کے ذریعہ سے اپنے آپکو متمدن شہری بنانا چاہتا ہے، اصولاً یہ دونون مقصد نیک ہین، لیکن مذہبی اور دنیوی تعلیم کا جو نظام اسوقت قائم ہے، اُس نے دنیا کی آنکھون پر جہالت، تقلید، جمود اور تعصب کے توبرتو پردے ڈالدیے ہین، مذہب، عقاید و اعمال کا مجموعہ ہے، لیکن ان مین بہت سے عقاید اور بہت سے اعمال ایسے ہین جو بظاہر انسان کے دائرۂ عقل سے خارج ہین، اور وہ کسی طرح عقلی گرفت مین نہین آتے، معلم طلباء کو ان عقاید و اعمال کی تعلیم دیتا ہے، اور جب وہ عقلی حیثیت سے رد و قدح کرنا چاہتے ہین تو اسکو خود مذہبی تصریحات کے رو سے ایک جرم قرار دیتا ہے،

دنیوی تعلیم کی باگ عموماً ارباب سیاست کے ہاتھ مین ہوتی ہے، یعنی جو لوگ تعلیم دیتے ہین وہ بالذات یا بالواسطہ حکومت سے تعلق رکھتے ہین، اسلئے وہ اس تعلیم مین عموماً سلطنت کے اغراض و مقاصد کو خصوصیت کے ساتھ پیش نظر رکھتے ہین اور طلباء کی حریت و استقلال کا بہت کم لحاظ کرتے ہین، اگرچہ اس قسم کی جابرانہ تعلیم بعض اوقات بالکل برعکس نتائج پیدا کرتی ہے، یعنی طالب العلم جب دیکھتا ہے کہ ایک غیر معقول بات کو خواہمخواہ جبراً بزور بازو منوایا جاتا ہے تو وہ اُسکے تسلیم کرنے سے قدرتی طور پر ابا کرتا ہے، اور ہر ممکن طریقہ سے اپنی عقلی، مذہبی، اور سیاسی آزادی کو قائم رکھنا چاہتا ہے، لیکن اس قسم کے روشن خیال طلباء کی تعداد ہزارون بلکہ لاکھون مین ایک ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ

دنیا مین مجدّد، مصلح، اور ریفارمر کہین صدیون مین جاکر پیدا ہوتے ہین، عام طور پر تمام طلباء اس تعلیم کو قبول کرتے ہین، جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ملک مین متعصب، مقلد، اور تاریک خیال لوگون کا ایک جم غفیر پیدا ہوجاتا ہے، اور چونکہ عام مذہبی جماعت اور حکومت کے ارباب حل و عقد اس گروہ کی گرم بازاری مین مدد دیتے ہین، اسلئے تمام ملک پر ان کا عام اثر قائم ہوجاتا ہے، اور اس نقارخانہ مین مصلحین و مجددین کی آواز طوطی کی آواز بنجاتی ہے، اسلئے یہ تعلیم مجددین و مصلحین کو صرف حسن اتفاق کے طور پر پیدا کرتی ہے، جہانتک اسباب و علل کا تعلق ہے، اس سے صرف وہی گروہ پیدا ہوتا ہے جسکی عقل کا چراغ بجھکر گل کردیا جاتا ہے، لیکن طلباء کی آزادی اور روشن خیالی کو محض بخت و اتفاق کے حوالے نہین کیا جاسکتا، اسلئے خود اس نظام تعلیم کو تمام شکنجون سے آزاد کرکے اساتذہ اور طلباء دونون کو نقد و بحث کا موقع دینا چاہیئے، اور ابتدا ہی سے یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ جس مقلدانہ اجتماعی اثر نے طلباء کی مذہبی اور سیاسی آزادی کو کلیۃً سلب کرلیا ہے وہ اسکی دستبرد سے محفوظ رہے، اور مذہب و سیاست کے متعلق جو تعلیم دیجاے وہ پہلے عقلی کسوٹی پر پرکھ لی جائے۔

خرافات قدیمہ موجودہ نظام تعلیم نے بچون کے لئے جو نصاب درس مقرر کیا ہے، وہ تمامتر حقائق اشیاء کا مجموعہ ہے، معدنیات، نباتات، حیوانات وغیرہ کی ماہیت، انکے اوصاف و خواص اور اقسام سے اس نصاب کی چھوٹی سی چھوٹی کتاب بھی لبریز رہتی ہے، اور فخریہ کہا جاتا ہے کہ اس نصاب کی سب سے بڑی برکت یہ ہے کہ اس نے وہم و خیال کے گردن کی رگین کاٹ دی ہین اور طلباء کے دماغ کو واقعیت اور اصلیت کا خوگر کردیا ہے، لیکن کیا درحقیقت یہ حقائق طلباء کے سن و سال کے لئے موزون ہین؟ طلباء کو سونے، چاندی کی حقیقت بتائی جاتی ہے، حالانکہ وہ حسن مطلق اور جمال ذاتی سے بالکل ناآشنا ہوتا ہے، اسکے سامنے لعل و گوہر کو نمایان کیا جاتا ہے،

اور اسکی قدر و قیمت بیان کی جاتی ہے، حالانکہ وہ اس عمر مین چھوٹے موتیون کی آب و تاب پر زیادہ فریفتہ ہوتا ہے، درس کے علاوہ قصص و حکایات کی جو کتابین اسکی نظر سے گذرتی ہین انمین بھی خصوصیت کے ساتھ وہی واقعے بیان کئے جاتے ہین جو ہر قسم کے مبالغہ و غلو سے خالی ہین اور فخریہ کہا جاتا ہے کہ یہ ناول اس واقعہ سے تعلق رکھتا ہے، جو ابھی حال مین ہوا ہے، لیکن ہمکو یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ عقل کی طرح وہم بھی انسان کی ایک قوت ہے، اور انسان نے آج تک جو اعمال جلیلہ انجام دیئے ہین وہ زیادہ تر اسی قوت کی برکات مین شمار کئے جاتے ہین، اسلئے ہمکو اس قوت کے تغذیہ و نشو و نما کا بھی لحاظ رکھنا چاہیئے، قدیم زمانہ مین بھوت پریت، جن اور دیو وغیرہ کے افسانے عام طور پر زبان زد ہوگئے تھے، اور انکے متعلق کتابین تصنیف ہوگئی تھین، اس قسم کے بہت سے قصے ادب، لٹریچر اور تاریخ کی کتابون مین بھی شامل کرلئے گئے تھے، اور طلباء خصوصیت کے ساتھ ان سے دلچسپی لیتے تھے،

ان قصون مین کسی دیو یا بھوت یا کسی بہادر آدمی کا پہاڑون کو چورچور کردینا، سمندر کو تیر کر عبور کرجانا، بڑے بڑے میدانون کو چند گھنٹون مین طے کرلینا، غرضکہ اس قسم کے مافوق العادت کامون کا انجام دینا ایک معمولی بات خیال کیا جاتا تھا، قدیم زمانہ مین بہت سے لوگ ان باتون کا یقین کرتے تھے، اور دلچسپی تو ہر شخص لیتا تھا، لیکن اب یہ عجائب پرستی اور وہم پرستی خیال کیجاتی ہے، اور جو شخص انکا اعادہ کرتا ہے وہ خود ایک تمسخرآمیز مضحکہ بنجاتا ہے، لیکن درحقیقت یہ عظیم الشان غلطی ہے، عقلی ترقی کے ساتھ ہمکو طلباء کی تعلیم و تربیت مین فضائل اخلاق کی نشو و نما کا بھی خاص طور پر لحاظ رکھنا چاہیئے، اور یہ افسانہاے پارینہ ہمکو اس مقصد مین کامیاب بنا سکتے ہین، قوت، جرأت، بسالت، ہمت، شجاعت، صداقت اور وفاداری کے یہ مجسمے جن کو دیو یا بھوت سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ خود اگرچہ ایک وہمی چیز ہین، لیکن جن اخلاقی محاسن کے ساتھ

انکو نمایان کیا گیا ہے، وہ ایک حقیقت ہے جنکا وجود صرف الٰہی کی ذات سے وابستہ ہے، اسلئے وہ طلبار کے جذبۂ اخلاقی کی تحریک و نشوونما کا ذریعہ بن سکتے ہین، اس بنا پر مصنف کی رائے ہے کہ اس قسم کے افسانے کم از کم زبانی تعلیم کے ذریعہ سے طلبار کو سنانے چاہئین تاکہ اُن مین بھی ان اخلاقی محاسن کی روح پیدا ہوسکے،

وسائل تعلیم قدیم زمانے مین صرف استاد کی زبان ذریعۂ تعلیم خیال کی جاتی تھی لیکن اب تمدن جدید کی اختراعات و ایجادات نے دُوربین، خردبین، میجک لنٹرن، تھیٹر، تصویر و نمائش غرض دنیا کی ہر چیز کو جو عالم کائنات کا مظہر بن سکتی ہے، وسائل تعلیم مین داخل کردیا ہے،

انسان فطرۃً مادہ پرست ہے، اسلئے اسلام کے سوا تمام دنیا کے روسائے مذہب نے مذہبی خیالات و عقاید کو بھی جو یکسر روحانی ہین، مادی شکل مین نمایان کیا ہے، بتخانے، کلیسا، معابد، ہیاکل جسمین خدا، فرشتہ، انبیار وغیرہ کی تصویرین نمایان کیگئی ہین، ایک مذہبی درسگاہ اور ایک مذہبی معلم ہین جو انسان کو عقاید و اعمال کی تعلیم دیتی ہین اور انکو ہمیشہ قائم رکھتی ہین، آج مذہب اپنے تمام کلیات و جزئیات کے ساتھ انھی عبادت خانون کی برکت سے قائم ہے،

اس قسم کے معابد نے تاریخ کو بھی حیات ابدی بخشی ہے، فتح و ظفر کی یادگار مین قدمانے جو عمارتین تعمیر کرائی ہین وہ میدان جنگ کے تمام واقعات کو زبان حال سے دنیا کو سُناتے رہتے ہین،

مذہب جن اسرار و رموز کا مجموعہ ہے وہ اسقدر دقیق ہین کہ کوئی مادی ہستی انکو پوری وضاحت کے ساتھ منظر عام پر نہین لاسکتی، لیکن بااین ہمہ جب ان بے زبان تصویرون نے مذہبی تعلیمات و تلقینات کو اپنی غیر مسموع آواز کے ذریعہ سے زندہ رکھا ہے، تو علوم و فنون کو جنکا اکثر حصہ مادیات سے تعلق رکھتا ہے، اس قسم کے وسائل سے دنیا کے سامنے نہایت ہی کامیابی کے ساتھ واضح و نمایان کیا جاسکتا ہے،

انسان جو کچھ سیکھتا ہے، وہ عالم بالا کے رموز و اسرار نہین ہین، بلکہ اُسکے اجزا رتمامتر عجائب خانون مین، کتبخانون مین، لیبوریٹریو مین اور نباتات کے باغون مین بکھرے ہوے ہین، علوم و فنون کیلئے جو ہیکل قائم کرنا ہوگا وہ انھی کے مجموعہ کا نام ہوگا، اور یہی مجمع العجائب، کتابون کے اوراق، اور معلم و اساتذہ کے زبان و قلم سے زیادہ اشاعت تعلیم کرسکیگا، نمائشگاہ بے شبہہ ایک ایسی چیز ہے جو ان تمام چیزون کا مجموعہ کہی جاسکتی ہے، اور آج کل مہذب ممالک مین اُن سے بہت کچھ تعلیمی فواید بھی حاصل کئے جاتے ہین، لیکن پھر بھی وہ ایک وقتی چیز ہے جو مدتون مین ایک بار چند مہینون کے لئے کھلتی ہے، پھر اسکا دروازہ مدتون کیلئے بند ہوجاتا ہے، کرۂ ارض کے نقشون نے بھی اگرچہ بہت کچھ زمین کے نشیب و فراز کو واضح کردیا ہے لیکن اگر ایک کپڑے پر زمین کی تصویر بنائی جاے اور پھر اسکو روشنی کے ذریعہ سے واضح کیا جاے تو یہ بچون کے لئے اور بھی زیادہ مفید اور دلچسپ ہوگا، بہت سے مصورون نے خاص خاص نہرون، خاص خاص پہاڑون اور خاص خاص جنگلون کی تصویرین نہایت عرقریزی سے کھینچی ہین، اور اُنسے جغرافیہ کی تعلیم مین کام لیا جاسکتا ہے تھیٹر بھی بہت سے تاریخی واقعات کو محسوس شکل مین طلبار کے سامنے پیش کرسکتے ہین، میجک لینٹرن سے بھی متعدد علمی رموز و اسرار کو واضح کیا جاسکتا ہے، چنانچہ لندن وغیرہ مین اس قسم کے معاہد علمیہ قائم ہین، اور اُنسے عام طور پر فائدہ اٹھایا جاتا ہے،

ذکور واناث کی مشترکہ تعلیم اگر دو شخصون مین باہم منافست و مسابقت قائم ہوجاے تو وہ دونونکی ترقی کا ذریعہ ہوگی، آج عموماً تقریر و تحریر مین انعام دینے کا جو طریقہ قائم ہوگیا ہے وہ اسی اصول پر مبنی ہے، مرد اور عورت کی ذات مین قدرت نے فطرۃً اس قسم کی مسابقت کا سامان جمع کردیا ہے، مرد کو عورت پر گوناگون فضیلت حاصل ہے، اور عورت مین خداوند تعالےٰ نے

شرم وحیا، غیرت اور رشک وحسد کا مادہ فطرۃً پیدا کردیا ہے، اسلئے اگر دونون مین مسابقت پیدا ہوجاے تو مرد اپنی فضائل ومناقب کے قائم رکھنے کے لئے ہر ممکن کوشش کریگا اور عورت کی غیرت اسکو مرد کے قدم بقدم چلنے کے لئے ابھاریگی، اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ترقی کا جو دہاگا دونون اپنی اپنی طرف کھینچ رہے ہین اُسکے دونون سرے خود بخود بڑھ جائینگے، اور فریقین کی ذات یکسان توازن کے ساتھ ایک سطح پر قائم ہوجائیگی،

مصنف نے اس اصول سے یہ عجیب وغریب نتیجہ نکالا ہے کہ اگر مرد اور عورت کو ایک ساتھ تعلیم دیجاے تو اسکا نتیجہ نسبتہً اُس تعلیم سے بہتر ہوگا جو دونون کو علٰحدہ علٰحدہ دیجاتی ہے،

اس نظریہ کے ساتھ وہ تجربات ومشاہدات سے بھی اسکی تائید کرتا ہی، چنانچہ لکھتا ہی کہ:

” مین نے پچھلے دنون گونگون اور بہرون کے مدرسہ کا معائنہ کیا، جسکے ابتداءً دو حصے تھے ایک مردون کے لئے دوسرا عورتون کے لئے، لیکن تجربہ سے اس تقسیم کی غلطی ثابت ہوئی؛ کیونکہ جو لڑکیان اپنے حصہ کی پابند تھین وہ لڑکون سے تعلیم مین اسقدر پیچھے رہ گئین کہ سال دو سال کا آگا پیچھا معلوم ہوتا تھا، خود لڑکے بھی اسقدر ترقی یافتہ اور کامیاب نہ تھے، اب منتظمین مدرسہ کو سوجھی کہ دونون فریق کو ایک ہال مین جمع کرکے تعلیم دین، چنانچہ اسکا نتیجہ بہتر نکلا، کیونکہ چندہی دنون مین ہر فریق مین جو کمی تھی وہ نکل گئی، اور ہر ایک ناقابل اعتراض ترقی کرگیا“

اخلاقی حیثیت سے بھی یہ معیت دونون کے لئے مفید ثابت ہوسکتی ہے، بچون کا قاعدہ ہی کہ جب ان مین باہم کوئی عیب نظر آتا ہے تو علانیہ وہ اسکا اظہار کردیتے ہین، اور چونکہ یہ اظہار نیک نیتی پر مبنی ہوتا ہے اسلئے ان مین باہم شکر رنجی نہین ہوتی، اس بنا پر مرد اور عورت مین جو مخصوص اخلاقی عیوب ہین، انکی اصلاح کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہین کہ دونون کو ایک ساتھ تعلیم دیجاے تاکہ ہر فریق دوسرے کے عیوب کا ازالہ کرسکے،

جو لوگ اس طریقۂ تعلیم کے مخالف ہین، اُنکا صرف یہ اعتراض ہے کہ اس قسم کا دیرپا اجتماع مرد اور عورت دونون کے اخلاق وعادات پر مضر اثر ڈالیگا، لیکن مصنف کہتا ہی کہ ہم دونون کو سونے کے کمرے مین جمع کرنا نہین چاہتے، اسکے ساتھ مدرسے کے مختلف کمرے، اُسکا صحن، ریاضت جسمانی کے باقاعدہ طریقے ان تمام چیزون کی ترتیب اس خوبی کے ساتھ قائم کیگئی ہے، جو اس قسم کے اخلاقی نتائج سے خود بخود محفوظ رکھ سکتی ہے بلکہ مصنف کو اسپر اسقدر اصرار ہے کہ اُسکے نزدیک خود یہ تفریق اور علٰحدگی اس قسم کے بدترین اخلاقی نتائج کا ذریعہ ہوسکتی ہے، کیونکہ اُسکے نزدیک اس قسم کی احتیاط ومحافظت جو ریا، نفاق اور شبہ پر مبنی ہو، انسان کو مختلف حیلون سے بداخلاقی پر آمادہ کرتی ہے، اور اس قسم کی رکاوٹ نوجوانون کی دبے ہوئے جذبات کو اُبھار دیتی ہے اسلئے اسکا علاج اسکے سوا اور کچھ نہین ہے کہ سامنے سے یہ مادی پردے ہٹا دیے جائین اور بیچ مین صرف حدود اللہ کی دیوار قائم کردی جائے،

علمی حیثیت سے عورتون کو فنون لطیفہ مثلاً موسیقی، مصوری اور شاعری سے زیادہ مناسبت ہوتی ہے، اسلئے اس اجتماع سے مردون کو اُنکے لطافتِ مذاق سے فائدہ اُٹھانے کا موقع ملیگا، اور یہ قوتین غیر معمولی ترقی کرجائینگی، لیکن اسکا مقصد یہ نہین کہ مرد اور عورت تعلیم وتربیت کے لحاظ سے ایک ہی سطح پر کھڑے کردیے جائین، مرد اور عورت کے قواے فطریہ مختلف ہین، انکی تعلیم وتربیت کے اغراض مختلف ہین، انکے خلقت کے مقاصد مختلف ہین، اسلئے قدرتی طور پر انکا نصاب، اور انکا طریقۂ تعلیم وتربیت مختلف ہوگا، لیکن با اینہمہ اختلاف بعض علوم وفنون ہین جو دونون کے ساتھ یکسان مناسبت رکھتے ہین، اسلئے اگر دونون کو ان علوم کی مشترک تعلیم دیجاے تو دونون کی قواے ذہنیہ کے فعل وانفعال سے ایک ایسا عمدہ نتیجہ نکلیگا جسکی

علٰحدگی کی صورت مین امید نہین کیجاسکتی :

طلباء سے عملی خدمت

اب یہ ضرورت عام طور پر محسوس ہورہی ہے، کہ علاوہ تعلیم و تربیت کے طلباء سے کوئی عملی خدمت بھی لی جاے، انگلستان کے بعض مدارس مین دستور ہے کہ ایک طالب العلم دوسرے طالب العلم کی خدمت کرنے پر مجبور ہے، اور خدمت کا دار مدار طلباء کے تمول و افلاس اور وجاہت پر نہین، بلکہ علمی تقدم پر ہے، یہ ممکن ہے کہ ایک امیر کا لڑکا جو نیچے کے درجہ مین تعلیم حاصل کررہا ہو ایک فقیر کے لڑکے کی جو اوپر کے درجہ مین تعلیم حاصل کررہا ہے خدمت کرے،

اس طریقہ مین صرف یہ عیب ہے کہ بعض اوقات یہ خادمانہ تعلق اخلاقی حیثیت سے گذر کر ذاتی حیثیت اختیار کرلیتا ہے یعنی مخدوم خادم کو اپنا ذاتی ملازم سمجھکر اس سے ذلت اور سختی کا برتاؤ کرتا ہے، پھر جب خادم اپنے درجہ سے ترقی کرکے دوسرے طالب العلم کا مخدوم بنجاتا ہے تو وہ بھی اپنے قدیم مخدوم کی روش اختیار کرلیتا ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ دنیا مین برائیان اسی طرح درجہ بدرجہ پھیلتی ہین.

ایک مدرسہ کے منیجر نے اس طریقہ کو اور بھی ترقی دی، اُس نے مدرسہ کے تمام کامون کو طلباء پر تقسیم کردیا، اور جس طالب العلم کو جس کام سے فطری مناسبت تھی وہی اسکے سپرد کیا، انھی طلباء مین خاکروب بھی تھے، باورچی بھی تھے، فراش بھی تھے، بہشتی بھی تھے اور سب کے سب اپنے اپنے فرائض کو نہایت جوش و خلوص سے انجام دیتے تھے، اس طریقہ سے علاوہ اقتصادی فواید کے مختلف قسم کے علمی اور اخلاقی فواید حاصل ہوتے تھے، انسان جب ایک کام سے گھبرا کر دوسرا کام شروع کرتا ہے تو اسکی طبیعت خود بخود بہل جاتی ہے، اسلئے ان طلباء پر تعلیم جو دماغی بار ڈالتی تھی یہ اعمال اُسکو ہلکا کردیتے تھے،

اخلاقی حیثیت سے ان طلباء کے دل مین دنیا کے تمام چھوٹے چھوٹے کامون کی عظمت قائم ہوتی تھی کیونکہ انسان جس کام کو خود کرتا ہے اُسکو ذلیل نہین سمجھتا،

آج عموماً مساوات کا جو دعوی کیا جاتا ہے وہ درحقیقت خدع و نفاق پر مبنی ہے، ایک طالب العلم جب مدرسہ کے ملازمین کو دیکھتا ہے تو خود بخود اسکے دل مین یہ خیال مرتکز ہوجاتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے کام طبقۂ ادنی سے تعلق رکھتے ہین، علمی حیثیت سے اگرچہ اُسکو یہ معلوم ہی کہ دنیا کا نظام تقسیم عمل پر قائم ہے، لیکن یہ نظریہ اُسکے اس خیال کو مٹا نہین سکتا، کیونکہ اُسکو روز نظر آتا ہے کہ خادم آقا کے ساتھ برابر بیٹھ کر کھانا نہین کھا سکتا، لیکن جب یہ خدمتین خود طلباء پر تقسیم ہوجاتی ہین تو انکے دلون مین اس قسم کا خیال نہین پیدا ہوسکتا، اور اُن مین باہم حقیقی مساوات قائم ہوجاتی ہے،

تعلیم کا مقصد

تعلیم کے دو مقصد ہین، ایک یہ کہ نہایت خلوص کے ساتھ بغیر طلب مزد و اُجرت ملک، قوم اور مذہب کی خدمت کی جاے، اور تمام لوگون سے علانیہ پیغمبرانہ زبان مین کہدیا جاے لا اسئلکم علیه اجرا، مصنف نے اس مقصد کے متعلق ایک خط مین اپنے بیٹے کو حسب ذیل نصیحت کی ہے،

> قوم کی خدمت کرو اور اُنسے شکریہ اور صلہ کی امید نہ رکھو، کیونکہ وہ اتنا سرمایہ نہین رکھتی کہ تمہارا معاوضہ دیسکے، اسلئے کہ اسکے ہاتھ مین ملک کی دولت، خطابات، اور شہرت و عزت کے ذرایع نہین ہین، بلکہ وہ کبھی کبھی تمہاری نیک نیتی کا بھی انکار کریگی، اسلئے تمکو صرف اپنے قواے دماغی اور قواے جسمانی پر بھروسہ کرنا ہوگا، لیکن اس کفران نعمت سے تمکو گھبرانا نہین چاہیے کیونکہ انسان کی زندگی کا حقیقی مقصد یہ نہین ہے کہ وہ مقاماتِ عالیہ تک پہنچ جاے بلکہ اصلی مسئلہ زندگی یہ ہے کہ انسان جس درجہ تک ترقی کرچکا ہے اس سے بلند تر ہوجائے ،

دوسرے مقصد کے متعلق مصنف نے جو وصایا کئے ہین اُنکو اس زمانہ کے پرستاران مناصب کو نہایت غور سے سُننا چاہیئے، وہ اپنے بیٹے کو لکھتا ہے:

"تم اپنے میلانِ طبع کے لحاظ سے طبیب یا وکیل یا انجنیر، یا صناع یا جو کچھ چاہو، بنو لیکن تمکو خدا کی قسم سلطنت کے عہدہ دار بننے کی کوشش نہ کرو،

جس قوم کے نوجوان ملکی عہدے کی جہانتک تاک مین مصروف ہون اُسکو آزادی کی کیا توقع ہوسکتی ہے؟ قدیم زمانہ مین حکام کا ظلم ایک نہایت مشکل فن تھا جسکی تعلیم کیلیئے ایک خاص استعداد کی ضرورت تھی، لیکن اب یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود رعایا نے حکام کے جبر و استبداد کا فرض اپنے ذمہ لیلیا ہے کیونکہ وہ غلامی کا طوق بشوق اپنے گلے مین ڈال رہی ہے پس جو بادشاہ اپنے تخت کے گرد اس قسم کے اطاعت گذار عہدہ دار اور اس قسم کی طمع و حرص جو کتے کی طرح صرف ہڈی چچوڑنا جانتی ہے پائیگا تو جب تک اُسکے پاس روپیہ ہی بیدریغ جہان چاہیگا تقسیم کریگا، اور عہدے، خطابات اور وظائف جسکو چاہیگا دیگا،

ملکی عہدے اس زمانہ مین قوم کی سب سے بڑی مصیبت ہین، کیونکہ جن ممالک کے اعلیٰ عہدہ داران سلطنت کو ملکی عہدے کی تقسیم کا اختیار حاصل ہوگا، اُسمین پبلک راے صرف اس حسابی عمل کا نتیجہ ہوگی جو سلطنت بطور فائدہ کے ملک کو پہنچا سکتی ہے، اگر حاکم کوئی سیاسی یا مذہبی غلطی کریگا اور اس سے حساب کے بعد اُسکے حامیون کو مثلاً دس ہزار روپیہ کا فائدہ پہنچ سکیگا تو اسوقت یہ راے صحیح تسلیم کیجائیگی، لیکن اگر اُس نے اس سے بھی زیادہ پاجیانہ حرکت کی لیکن اُس رقم کا دونا دیا تو کہا جائیگا کہ اس نے بڑی ہمتِ مردانہ کا کام کیا، اسکے ساتھ خلوص رکھنا چاہیئے"،

لوگ پبلک راے کا اکثر تذکرہ کرتے ہین اور کہتے ہین کہ وہی ایک ایسی چیز ہے جو

حق اور آزادی کی کفیل ہے، لیکن یہ اسوقت صحیح ہوسکتا ہی کہ جب قوم کے تمام معاملات کی باگ قوم ہی کے ہاتھ مین ہو اور وہی اُن کا انتظام کرے، لیکن حالت اگر اسکے برعکس ہو تو خود پبلک راے استبداد کا آلہ بن سکتی ہی، کیونکہ قوم کو ظلم کے خوگر کرنے کا کامیاب ذریعہ یہ ہی کہ اسکے افراد سے خود داری کا جذبہ فنا کردیا جاے اور سلطنت کی محبت مین آزادی اور استقلال کی روح کا گلا گھونٹ دیا جاے،

بعض لوگ کہتے ہین کہ عہدہ داران حکومت کی تعداد قوم کے مقابل مین نہایت کم ہوتی ہی تو مین کہتا ہون کہ یہ اعتراض لغو ہے، کیونکہ معترض اس نکتہ کو بھول گیا ہی کہ ہر عہدہ دار کے مقابل مین ہزارون لوگ ایسے ہین جو اس عہدہ کے اُمیدوار ہین، اسلئے عہدہ دارون کی دنیا کے مقابل مین ایک اور دنیا آباد ہے، اور جو طلبا صرف اس غرض سے تعلیم حاصل کرتے ہین انکی تعداد اسپر مستزاد ہے، انسانون کو آزادی اسوقت تک حاصل نہین ہوسکتی جب تک لوگ اس کے لئے بالقصد جد وجہد نکرین، لیکن جب قوم مین عہدہ داران کا ایک ایسا گروہ موجود ہے جو سلطنت کا مرغ دست پرور ہے، اور اسی کے مقابل مین ایک گروہ اسکی اس حالت پر رشک کر رہا ہے تو کونسی چیز انکو اس طوق و زنجیر کے کاٹنے پر آمادہ کرسکتی ہے،

میرا مقصد یہ نہین ہی کہ ملکی عہدون کے لئے اپنے آپکو ذلیل کرنا لازمی اور ضروری ہے کیونکہ آزاد حکومتون مثلاً (امریکہ) مین عہدے فضائل اخلاق کو اور بھی نشو و نما دیتے ہین اسلئے کہ خود قوم کو انکے انتخاب کا حق حاصل ہوتا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ مین جمہوری حکومتون کے متعلق گفتگو نہین کرتا، میرا روے سخن اُن حکومتون کی طرف ہی جو رعایت اور ہوا پرستی کی بنا پر عہدون کو تقسیم کرتی ہین، اسلئے اس حکومت کے نوجوان طرح

طرح کی ذلیل کوششون سے عہدے حاصل کرنا چاہتے ہین، کیونکہ اس قسم کی حکومتین صرف ایسے اشخاص کی جستجو کرتی ہین جو مطیع و منقاد ہون، اور اس عہدے کی تمام پابندیون کو اپنے اوپر لازم کرلین، مین بعض اوقات جی ہی جی مین کہتا ہون کہ قوم کا یہ ظلم ہے کہ وہ حکام کو استبعاد و استبداد پر ملامت کرتی ہے، جبکہ اُس نے خود اپنی باگ حکام کے ہاتھ مین دیدی ہے، تو اس ملامت کے کیا معنی ہین؟ باپ بیٹے کے لئے دوسرے ذرایع معاش کے بجائے بیش قرار تنخواہ کا عہدہ ڈھونڈھتا ہے، بلکہ کل قوم سلطنت کی نمکخوار بننا پسند کرتی ہے، پھر جب وہ خود خاک راہ بن رہی ہے تو اُسکو کیا حق حاصل ہے کہ پائمالی کا شکوہ کرے،

یہ سچ ہے کہ بے شمار ملکی عہدون مین سے کسی عہدے کا حاصل کرلینا اس سے زیادہ آسان ہے کہ خود اپنی اہلیت اور قابلیت کے ذریعہ سے معاش کا کوئی دوسرا دروازہ کھولا جاے، یہی وجہ ہے کہ جو قومین حکومت کے خوان کرم کی زلہ ربائی کرتی ہین، اُنسے اختراع اور ایجاد کا مادہ مفقود ہو جاتا ہے، اُن مین صنعت و حرفت، زراعت اور تجارت بمشکل فروغ پا سکتی ہے، دولت امرا کی جیب سے نہین نکلتی، تجارتی کاروبار جنکی حکومت تائید نہین کرتی اُسکو دوبھر معلوم ہوتے ہین، آزاد صنعتین بادشاہ کے گرد چکر لگاتی رہتی ہین کہ مبادا نگاہِ لطف اُن پر بھی پڑ جاے، لغت اور علوم و فنون کل کے کل شاہی طاقت سے مرعوب ہو جاتے ہین اور حکومت کی نمکخواری خوشامدیون کی ایک فوجِ گران طیار کردیتی ہے"

عبد السّلام ندوی

باب التقریظ والانتقاد

اکبر کا سنجیدہ کلام

(۲)

از مولانا عبد السّلام ندوی

تصوف تصوف و فلسفہ دونون کا مقصد ایک ہے، دونون اسرار کائنات کی عقدہ کشائی کرنا چاہتے ہین، با این ہمہ دونون مین بہت بڑا فرق ہے؛ فلسفہ ذوق سے نہین بلکہ دلیل سے ہر بات کو ثابت کرتا ہے، اور تصوف وجدان سے، فلسفی کو عقل تو آجاتی ہے، لیکن اس عمل تحلیل مین اسپر کوئی خاص کیفیت طاری نہین ہوتی، لیکن صوفی جب اسرارِ کائنات کی ایک گرہ کھول لیتا ہے تو جھومنے لگتا ہے،

عالمِ فطرت پہ ہے میری نظر بھی اے حکیم
فرق یہ ہے تجھکو عقل آئی مجھے حال آگیا

فلسفی کی عقل ہمیشہ محتاجِ دلیل رہتی ہے، لیکن صوفی عالم کی ہر چیز کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ وہ مظہرِ خدا ہے، اسلئے وہ نظام عالم سے براہِ راست تعلق رکھتا ہے اور فلسفی بالواسطہ اور بالذات اور بالعرض مین ضعف اور قوت کے لحاظ سے جو فرق ہے وہ ظاہر ہے،

او نہین ہی عقل جو محتاجِ غیر ہے ہر دم
مجھے ہی عشق کہ جو خود ہے مدعا میرا

فطرت ہمیشہ عشق الٰہی کی طرف مائل کرتی رہتی ہے لیکن اسکی صلاحیت بہت کم لوگون مین پائی جاتی ہے، اسلئے وہ ان اشارون کو نہین سمجھتے،

بزمِ یاران سے پھری بادِ بہاری مایوس
ایک سر بھی اُسے آمادۂ سودا نہ ملا

خدا کے دیدار سے انسان کو جو مدارج عالیہ حاصل ہو سکتے ہین وہ تو عقل ہی مین نہین آسکتے

لیکن خود اُسکی طلب بھی کمالاتِ انسانی مین ایک اعلیٰ درجہ کا کمال ہے،

وہ تو موسیٰ ہوا جو طالبِ دیدار ہوا
پھر وہ کیا ہوگا کہ جس نے تمہین دیکھا ہوگا

مرشد کا کام صرف راستہ دکھا دینا ہے، اسپر چلنا سالک کا فرض ہے، لیکن اگر اُسکے قدم جادۂ اعتدال سے ذرہ برابر بھی ڈگمگاے تو وہ یقیناً گمراہ ہوگا، اسلیئے سالک راہ بھی دکھا سکتا ہے اور گمراہ بھی کرسکتا ہے، قرآن مجید سے بڑھکر کون مرشد ہوگا لیکن وہ بھی بعض کج فہم لوگون کو گمراہ کرسکتا ہے،

ہے کام ترا ساقی اک جام پلا دینا
یا "وہ" کو بھلا دینا یا "مین" کو مٹا دینا

خدا کی ذات کے متعلق فرقِ مختلفہ مین جو نزاع قائم ہے وہ صرف نزاعِ لفظی ہے،

ای برہمن ہمارا تیرا ہے ایک عالم
ہم خواب دیکھتے ہین تو دیکھتا ہی سپنا

خدا تمدنی ساز و سامان، اور جاہ و حشم کی کثرت مین گم ہو جاتا ہے، صرف سادہ فطرتی زندگی خدا کا مظہر بن سکتی ہے، اس عالم مین بوریاے فقر تختِ شاہی پر بھاری ہے،

دیگی تجھکو نظر صانعِ عالم کی جھلک
سامنے کچھ نہ رکھا آئینۂ فطرت کے سوا

صوفیانہ خیالات مین اسوقت تک جوش و رنگینی نہین پیدا ہوسکتی جب تک انسان کا دل مظہرِ انوارِ الٰہی نہ ہو،

پرتو جو آہین ہی ترے حسن و جمال کا
عالم ہے شیفتہ مرے رنگِ خیال کا

دنیا خدا کا ایک نامکمل عکس ہے، لیکن با این ہمہ کسقدر دلفریب ہے، پھر جب اسکے وجودِ ظلی کا یہ حال ہے تو اسکا وجودِ حقیقی کسقدر ہوشربا ہوگا،

اک عکسِ ناتمام یہ عالم کو وجد ہے
کیا پوچھنا ہی آپکے حسن و جمال کا

راہِ سلوک مین چونکہ بہ کثرت مقامات آتے ہین اور سب کے سب منزلِ مقصود سے مشابہ ہوتے ہین اسلیئے سالک اکثر دھوکا کھاتا رہتا ہے کہ کہین یہی وہ نقطہ تو نہین جہان پرکار کو قدم جما دینا چاہیئے،

وہ تشنہ دہن ہون جو ہر موج کو ساحل سمجھا
وہ مسافر ہون جو ہر گام کو منزل سمجھا

ہر شخص کو ایک رہنما کی ضرورت ہے لیکن عیسائیون اور یہودیون کی طرح رہنماؤن کی پرستش کرنا حماقت ہے، رہنما کو صرف منزلِ مقصود تک پہنچانے کا ذریعہ بنانا چاہیئے،

وہ بھی نافہم ہے جو خضر کا طالب ہوا
وہ بھی نادان ہے جو خضر کو منزل سمجھا

نظام عالم کی فلسفیانہ جستجو اکثر نورِ عرفان کے چراغ کو گل کردیتی ہے، اور انسان کا ذوقِ صحیح بیکار ہوجاتا ہے،

نورِ عرفان عقل کے پردے مین پنہان ہوگیا
ہوش مین آنا حجابِ روے جانان ہوگیا

دل اگرچہ صرف ایک مضغۂ گوشت ہے، لیکن جب تجلیاتِ الٰہی سے لبریز ہوکر اُبال کھانے لگتا ہے تو دریاے معانی بنجاتا ہے،

صورتِ ظاہر مین دل اک قطرۂ خون تھا فقط
آگیا جب جوش مین معنی کا طوفان ہوگیا

انسان کو راہِ سلوک مین ہزار ناکامیان ہون لیکن اس سے الگ نہین ہونا چاہئے،

پڑ جاے آتے جاتے شاید نگاہِ سلطان
جو راہ سے الگ ہے افسوس اس گدا پر

خدا کا جلوہ صرف مراقبہ و محاسبہ سے نظر آتا ہے بحث و جدال اس آئینہ کو نہین دکھا سکتے،

خموشی مین جمالِ شاہدِ معنی نظر آیا
عبث اُلجھے رہے لفظون مین ہم محوِ بیان ہوکر

فلسفہ انسان کے قلب کو جلا نہین دیسکتا، یہ آئینہ پردازی صرف تصوف کا کام ہے،

دلیلین فلسفہ کو نورِ باطن کر نہین سکتین
کواکب کی شعاعین رات کو دن کر نہین سکتین

خدا کی حقیقت کو بیان نہین کرنا چاہیئے لوگون کی عقلین اس کے فہم و ادراک سے قاصر ہین

اسلئے خوا مخواہ گمراہ ہونگے،

شارح معنی حسنِ بتِ دلخواہ نہ ہو   فہمیں قاصر ہون خلقت کہیں گمراہ نہو

مسئلہ توحید بظاہر ایک نہایت صاف مسئلہ ہے لیکن با این ہمہ اسقدر نازک ہی کہ اسلام کے سوا آج تک تمام مذاہب نے اُس مین غلطیان کین، صوفیہ کرام کی قیود اور شرائط نے اُسکو اور بھی نازک بنا دیا ہے، اسلئے سالک کا موحد رہنا درحقیقت ایک نہایت دشوار کام ہے،

سالک کو دمِ تیغ ہے قطعِ رہِ توحید   دو ہو گیا اک آن مین جو کا جو ذرا بھی

راہ سلوک مین سالک جب چند مقامات طے کرلیتا ہے تو سمجھتا ہے کہ منزل مقصود پر پہنچگیا، لیکن درحقیقت ان مقامات کے آگے اس کثرت سے دوسرے مقامات ہین کہ انکی نسبت سے طے شدہ راہ گویا مسافر کا پہلا قدم ہے، اسلئے جسکو وہ خبر سمجھتا تھا وہ درحقیقت مبتدا تھی،

کتابِ حقیقت کرے کون ختم   کہ ہر اک خبر مبتدا ہو گئی

راہ سلوک مین خودی خود بخود مٹجاتی ہے، جس طرح نقشِ قدم مسافر کا ساتھ چھوڑ دیتے ہین، اسی طرح انانیت بھی اول قدم مین جدا ہو جاتی ہے،

رہِ معرفت مین جو رکھا قدم   خودی بھی بس اک نقشِ پا ہو گئی

اہل ظاہر کے نزدیک عبادات کا مقصد جنت ہے لیکن اہل باطن خدا کا نام صرف خدا کیلئے لیتے ہین،

لب آشنائے دعا ہون نہ ماسوا کیلئے   پکارئیے جو خدا کو تو بس خدا کیلئے

راہِ سلوک مین انسان کو ہمیشہ سرگشتہ رہنا چاہیئے، اگر خدا کو ملنا ہے تو خود بخود مل جائیگا،

ای خضر مری راہ تو بس راہِ جنون ہے   منزل کو غرض ہو تو خود اس راہ پر آئے

خدا کو لوگ صرف سُنکر مانتے ہین اُسکو دیکھا کسی نے بھی نہین،

دیکھا نہین کسی نے اس یار نازنین کو   لیکن سُنا یہی ہے بے انتہا حسین ہے

مذہب یا تصوف جذبہ کا نام ہے عقل کا نہین، اسلئے خدا خانۂ دل مین آجاتا ہے لیکن دماغ مین نہین آتا اور یہی اسکی علامت ہے،

تو دل مین تو آتا ہی سمجھ مین نہین آتا   بس جان گیا مین تری پہچان یہی ہے

ذہن میرا وہ قیامت کہ دو عالم کو محیط   آپ ایسے کہ مرے ذہن مین آہی نہ سکے

امرا کو نورِ عرفان حاصل نہین ہو سکتا، چاندی اور سونے کے سکّون مین یہ لعل شب چراغ گم ہو جاتا ہے، یہ دولتِ جاوید صرف شکستہ حال لوگون کو حاصل ہو سکتی ہے

دلِ شکستہ مین رہتا ہی بادۂ عرفان   سُنا ہی مین نے کہ یہ شیشہ چور ہی اچھا

راہِ سلوک مین مقامات مختلفہ کا ظہور مختلف کیفیات مین ہوتا ہے،

سرور و نور و جد و حال ہو جائیگا سب پیدا   مگر لازم ہی پہلے تیرے دل مین ہو طلب پیدا

بزم تصوف مین عقل سراسر گمراہی، اور مدہوشی عین ہدایت و ارشاد ہے،

بزم مین ایماے چشمِ ساقیِ مے نوش ہے   وہ بہک جائیگا خطرے مین ہے جسکو ہوش ہے

جوشِ عشق الٰہی مین خودی کو بالکل مٹا دینا چاہیئے منصور سولی پر صرف اسلئے لٹکایا گیا کہ اسمین اسقدر انانیت باقی تھی کہ اُس نے حق کے ساتھ انا کو بھی ملا دیا،

حضرت منصور انا بھی کہہ رہے ہین حق کے ساتھ   دار تک تکلیف فرمائین جب اتنا ہوش ہے

لوگ خدا کی رحمت کے خواستگار ہوتے ہین لیکن اپنے دل کو نہین ٹٹولتے کہ اسمین اُسکے قبول کرنیکی استعداد و صلاحیت بھی ہے یا نہین؟

نہ جوتی ہی زمین تم نے نہ تمنے بیج بوئے ہین   یہ کیا معنی کہ ہو لے بارشِ ابر کرم پہلے

مذہبیا

یہ مسلم ہے کہ تعلیم جدید انسان کے دل مین مذہبی جذبات نہین پیدا کرسکتی، قدیم تعلیم

بیشک انسان کے دل مین مذہب کا ادب واحترام پیدا ہوتا ہے، اور اسلئے یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ علم مذہبی احساسات پیدا کرتا ہے اور اُنکو ترقی دیتا ہے. لیکن درحقیقت علم کا تعلق دماغ سے اور مذہب کا دل یعنی جذبات سے ہے، اسلئے ایک دوسرے کی علت نہین ہوسکتا، اگر قدیم تعلیم سے انسان مذہبی آدمی بنجاتا ہے تو اُسکی یہ وجہ نہین ہے کہ شرح مواقف اور شرح وقایہ نے اسکو ایسا بنا دیا ہے بلکہ اُسکا حقیقی سبب اساتذہ کا فیض تربیت ہے، لیکن چونکہ دونون کا اثر ساتھ ساتھ پڑتا ہے اسلئے یہ اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تعلیم کا فیض ہے،

نہ کتابون سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا   دین ہوتا ہی بزرگون کی نظر سے پیدا

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ فلسفہ اسرار کائنات کی نقاب کے ایک ایک تار کو اُدھیڑ سکتا ہے لیکن انسان کے دل مین مذہبی جوش، مذہبی ولولہ اور مذہبی کیفیت نہین پیدا کرسکتا، مُرغِ سحر کی آواز کتنی ہی فطرت کی مدح سرائی مین نغمہ سنج ہو لیکن وہ نماز سحر کے لئے انسان کا ہاتھ پکڑ کر نہین اُٹھا سکتی،

طلب کر دین سے ای محو بیجر جوش بامعنی   صدائین مرغ کی کارِ موذن کر نہین سکتین

یہی وجہ ہے کہ آج اگرچہ علم اپنے معراجِ کمال کو پہنچگیا ہی لیکن مذہبی اثر دلون سے بالکل اٹھ گیا ہی اسلئے

ایک لکچر کی ضرورت ہوتی ہی ہر بات پر   کام مطلق اب نہین چلتا معاذ اللہ سے

گناہ انسان کی فطرت مین داخل ہے، اسلئے وہ اسکے کرنے پر مجبور ہی قرآن مجید مین ہے کہ ہر شخص کچھ نہ کچھ دیر کیلئے جہنم مین داخل ہوگا ان منکم الا واردھا ایک شخص ایک گناہ کرتا ہے دوسرا سمجھتا ہے کہ وہ گناہ سے بری ہے لیکن اگر وہ خود اپنی حالت پر غور کرتا تو اُسکو معلوم ہوجاتا کہ اس سے کسی نہ کسی صورت مین گناہ سرزد ہوتے ہین،

اقتضا فطرت کا رکتا ہی کہین اے ہمنشین   شیخ صاحب کو بھی آخر کار شب کرنا پڑا

ہنی

آثارِ علمیہ و ادبیہ

نامۂ حالی

بنام مولانا شبلی مرحوم

مولانا و مشفقا نا! بوے گل رسید و باین بیت حافظ مترنم ساخت،

بوے خوشِ تو ہر کہ زبادِ صبا شنید   از یارِ آشنا سخنِ آشنا شنید

بوے گل بانچہ بدستۂ گل متاثر شدہ ام، ہمانا قال را رنگِ حال دادہ اید یا خود حال را در لباسِ قال جلوہ گر ساختہ اید،

رقّ الزجاج ورقت الخمر   فتشابہا وتشاکل الامر
فکانما خمر ولا قدحٌ   وکانما قدح ولا خمر

میدانید کہ از خصوصیات کلام خواجہ یکے این است کہ از تکرار مضامینش قاری را دل ملول نمی شود، چنانکہ خود فرمودہ است شعر، یک حرف بیش نیست غم عشق و این عجب کز ہر کسے کہ می شنوم نامکرر است، الحق بے شائبہ تصنع میگویم کہ این خاصیت در غزلیات جدیدہ سامی آنچنان ظاہر و آشکار است کہ انکار آن بہ بداہت باطل است و این خاصیت میسر نمیشود مگر در کلام کسیکہ می گوید ہر چہ می گذرد و می نماید ہر چہ می بیند، چند ابیات کہ ہنگام مطالعہ در دل بیش خلیدہ است درینجا می نویسیم،

رہ و آئین تقوی نیز بد نیست   اگر کارے نباشد می توان کرد

چو تنہا با حریفان بر نیامد   حیا را خواند و بر خود پاسبان کرد

بسکہ دردِ من از اندازۂ درمان بگذشت   چارہ گر با منِ بیچارہ چہ سازد چہ کند

بسکہ از مستیِ چشم تو جہان شد بد مست   محتسب بے خبر از خانۂ خمار گذشت
شاعری از من مجو دور از سوادِ دہلیم   حالیا شبلی شدم رند غزلخوان نیستم

دلدادۂ شما
الطاف حسین حالی

ادبیات

کلام شبلی

غیر مطبوع

(از بیاض مولوی معین الدین ندوی)

امشب این غلغلہ در کوچہ و بازار افتاد کہ فلان می زد و بیخود شد و سرشار افتاد
سخن از صومعہ و اہل ورع چند کنی کہ مرا کار بآن چشم قدح خوار افتاد
بسکہ غارتگرِ حسنِ تو جہان برہم زد یوسف از خانہ بدر جست و ببازار افتاد
چہ عجب گر نگہِ مست تو افتد بر من بادہ بیرون فتد از جام چو سرشار افتاد
شیوۂ مہر ز خوبان نتوان داشت طمع کہ مرا کار باین طائفہ بسیار افتاد
محتسب از پی و جمعے ز حریفان ہمہ بین شبلیا رندی پنہان تو دشوار افتاد

سخن حبیب

غزل جناب مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی متخلص بہ حسرت

چراغِ روے ترا شمع، گشتہ پروانہ

بدورِ چشم تو مست و خرابِ میخانہ بذوقِ لعل تو سرگرم دورِ پیمانہ
نثارِ صبح بناگوش گوہر پروین فروغِ شمع ترا شب چراغِ پروانہ
نگاہِ مہر بجالم ز دیدۂ مخمور چنانکہ جرعہ بمستی دہی ز پیمانہ
بہ پیش ماہ تو پروین چو قصۂ پارین بہ پیش زلف سیاہ تو شب چو افسانہ
نثارِ مقدم جان بخش باد نقدِ روان کہ می رسد بچہ اندازِ نازِ جانانہ

نگاہِ شوخ بچشم سیہ بدان ماند کہ مست ناز خرامد بُتے بہ بتخانہ
ز لطف پاکیِ گوہر بجان صفا بخشد ہزار گوہرِ جانم فداے "دُرِ دانہ"
خوشا دمیکہ بپای تو مست عشوہ و من ز فرط وجد بگردم بگرد مستانہ
چو آشنا نگہے کرد یار بر حالم ز فرط ذوق بگشتم ز خویش بیگانہ
دلم ز صحبتِ گیسوے پرفن ہشیار ز چشم مست تو حسرت شدہ است دیوانہ

بیانِ اثر

میر اثر دہلوی کا غیر مطبوعہ کلام

دیکھتے تو سہی کہ کیا ہوتا ایک نالہ اثر کیا ہوتا
چھوٹتے ہی یہ بد معاملگی! پہلے دل کو تو لے لیا ہوتا
اب توقع کسے بھلائی کی دل نہ ہوتا تو کچھ بھلا ہوتا
جانتا قدر کچھ ہماری بھی تو بھی عاشق اگر ہوا ہوتا
بیوفائی پہ تیری جی ہے فدا قہر ہوتا جو باوفا ہوتا
کچھ اثر کا علاج کرتے ہم رات کی رات گر جیا ہوتا

عرض سجاد

از سجاد انصاری بی۔ اے،

ہے اقتضاے درد کہ شورِ فغان رہے اور عشق کا یہ حکم کہ دردِ نہان رہے
برباد ہو گیا دلِ حسرت طلب، مگر ہم یون ہی صرف کشمکشِ امتحان رہے
دلکش ہے کسقدر لبِ خاموش مدعا وہ محو سحر کاریِ حسنِ بیان رہے

صوفی کی میکشی بھی تصوف کا راز ہے مخمورِ چشمِ یار سے سب بدگمان ہے
گھبرا نہ جائیں وہ گلہ ہائے دراز سے اے دردِ دل لفظِ بتی صد داستان ہے
تھا پاس رازداریِ الفت کا امتحان وہ میری ضبطِ آہ سے گر بدگمان ہے

تھا تنگ نظر مگر خیالِ مجنون صحرا مین بھی صرف رُخِ لیلا دیکھا
تعبیرِ حیات کس سے پوچھین جاکر اتنا بھی تو یاد ہو کہ کیا کیا دیکھا
ہے تو نگاہِ شوق کو بھی آخر خارِ رہِ عالمِ تمنّا دیکھا
پیدا ہوئی کبھی تمنّا دل مین مایوس نظر سے ہر تماشا دیکھا

فریادِ اکبر

تابع ہون ہادیانِ طریقِ ثواب کا لیکن طلب کرونگا خدا کی پناہ کو
اسکے خلاف آپکی بحثین ہین نادرست فرمایئے چراغ کو دیکھون کہ راہ کو

نامون کو ہادیون کے بے انتہا جھنجھوڑا یارون نے بُت شکن کو بُت ہی بنا کے چھوڑا
ہر لحظہ نا امیدی ہر گام قعرِ کلفت راہِ وفا سے لیکن اکبر نے منہ نہ موڑا

جو میری مستی تھی مٹ چکی ہے نہ عقل میری نہ جان میری ارادہ اُنکا دماغ میرا خیال اُنکا زبان میری

ساتھی تھے جو رنج و راحت کے اس موت کے ہاتھون چھوٹ گئے اب یاس گرائے دیتی ہے سب دل کے سہارے ٹوٹ گئے

مطبوعاتِ جدیدہ

تخیّلات المان، اہل عرب صلیبی جنگ کے زمانہ سے جرمن کو المان کہتے ہین اسی کی تقلید موجودہ مصر اور ٹرکی مین کیجاتی ہے، جرمنی زبان کی وہ انقلاب انگیز کتاب جو موجودہ جنگ سے چند برس پہلے سنہ ۱۹۱۱ء مین جنرل الیف فان برن ہارڈی کے قلم سے "جرمنی اور آیندہ جنگ" کے عنوان سے نکلی تھی، **تخیّلات المان** کے نام سے ہمارے دوست مسٹر عبد القوی بی، اے نے اسکو اردو مین منتقل کیا ہے، زیر نظر نسخہ طبع ثانی ہے، ایک سال کے اندر اردو مین کسی کتاب کا دوبارہ شایع ہونا اُسکی مقبولیت کی کافی ضمانت ہے،

جنرل فان برن ہارڈی کی وہ عجیب وغریب پیشینگوئیان جو اس جنگ مین حرف بحرف پوری ہوئین، نہایت حیرتناک ہین، جنگ کے فلسفہ پر اور دنیا کے لئے اسکی ضرورت پر جو باب ہے وہ ہر مسلمان کے پڑھنے کے لائق ہے کہ اُس سے غزوات اسلامیہ کی حقیقت ظاہر ہوگی،

ترجمہ نہایت کامیابی کے ساتھ انجام پایا ہے، کہین کہین عبارت مین پیچیدگی یا بیان مین ژولیدگی ہے وہ ترجمہ کا فطری حق ہے تاہم طبع اول سے زبان اور طرز ادا نہایت صاف اور سہل الفہم ہے، پتہ: آسی پریس، محمود نگر لکھنؤ قیمت: عہ ۱۲؍

لمعات انوار محمدیہ، ۴۶ صفحہ کا ایک رسالہ جو مجلس اشاعت اسلام احمدیہ لاہور کی طرف سے شایع ہوا ہے، اس رسالہ مین مختلف یورپین اور ہندوستانی اہل قلم کے مضامین آنحضرت صلعم کے مدائح اور خصائص مین یکجا کئے گئے ہین، مضامین گو محققانہ نہین لیکن موثر ضرور ہین، پتہ: اشاعت اسلام بک ڈپو، عزیز منزل، نولکھا، لاہور، قیمت: ۶؍

النحل، سید راحت حسین صاحب بی اے ال ال، بی ہمارے ان نوجوان تعلیم یافتون

ہین ہین جنھون نے انگریزی تعلیم کے بعد اپنی مادری زبان کے حق کو فراموش نہین کیا، انجمن ترقی اردو کی طرف سے "النحل" انکا ایک محققانہ رسالہ شایع ہو چکا ہے، النحل چھوٹی تقطیع پر ۱۹ اصفحہ کا رسالہ لکھا ہے، جسمین شہد کی مکھیون کے حالات اور خصائص بہ تحقیق لکھے ہین، اس رسالہ کو پڑھکر صنعتِ الٰہی کے وہ عجیب اسرار جو دنیا کے ذرہ ذرہ مین پوشیدہ ہین اُنکا ایک حیرتناک تصور ہوتا ہے، طرزِ ادا سہل اور روان ہے، طبع و کاغذ اعلیٰ قیمت ۱۰/ مصنف سے چھپرہ ضلع سارن محلہ دھیاوان کے پتہ سے طلب کیجئے،

تعلیم و تربیت، مارچ سنہ ۱۶ء سے اس نام کا ایک ماہوار رسالہ لاہور سے نکلنا شروع ہوا ہے، رسالہ کا موضوع عنوان سے ظاہر ہے، اس قسم کے رسالون کی ملک کو یقیناً ضرورت ہے، لیکن معیار کی بلندی اس سے زیادہ ضروری شے ہی، قیمت سالانہ ع،

یادگارِ کرامت حسین، کسی شخص کے اصلی اور غیر مصنوعی حالات جاننے کا ذریعہ اُسکی لائف نہین، اسکی شخصی ملاقات کے واردات اور تذکرے ہین، جنکو عربی و فارسی مین مجالس کہتے ہیں، چودہری محمد علی صاحب ردولوی نے یادگار کرامت حسین لکھی، جسکو ہم مجالس کرامت حسین کہ سکتے ہین، چودہری صاحب کا طرزِ تحریر خاص اسلوب رکھتا ہے، ایک فلسفی کی زندگی اور واقع الامر زندگی کا جو نقشہ انکے قلم نے ذاتی واردات و مشاہدات کے رنگ سے کھینچا ہے وہ نہایت دلکش اور موثر ہے، ابتدا مین جناب راجہ صاحب محمود اباد کا مقدمہ تعارف ہے، چودہری صاحب سے ردولی کے پتہ سے بلا قیمت رسالہ ملیگا،

مجلد دوم	ماہ شوال سنہ ۱۳۳۵ھ مطابق اگست سنہ ۱۹۱۷ء	عدد دوم

مضامین

(۱)	شذرات		۲	۴
(۲)	اہل السنۃ والجماعۃ		۵	۱۶
(۳)	شاہ ولی اللہ دہلوی		۱۷	۲۳
(۴)	عربی منطق کی تاریخ	سعید انصاری	۲۴	۳۲
(۵)	اسلامی یتیم خانے	مولانا عبدالسلام ندوی	۳۳	۳۹
(۶)	اخبار نویسی	[illegible]	۴۰	۵۰
(۷)	ادبیات		۵۱	۵۲
(۸)	مطبوعات جدیدہ		۵۳	۵۶

موازنۂ انیس و دبیر، مولانا شبلی مرحوم کی یہ تصنیف ایک مدت سے ناپید تھی، شائقین نے بار بار درخواستین بھیجین، لیکن تعمیل نہو سکی، اب بڑی مشکل سے اسکے کچھ نسخے ہاتھ آئے ہین، خوشخط عمدہ، طبع اول، قیمت ۴؎،

برگِ گل، یعنی مولانا شبلی مرحوم کے اُن فارسی قصائد کا جو دیوان شبلی کے بعد لکھے گئے، نیز اُن فارسی غزلون کا جو بعد دستہ گل اور بوئے گل لکھی گئین، اور کسیقدر آغاز شباب کے ابتدائی فارسی کلام کا مجموعہ ابھی حال مین مطبع معارف سے شایع ہوا ہے، قیمت ۱۴/،

مجلد دوم | ماہ رمضان سنہ ۱۳۳۵ھ مطابق جولائی سنہ ۱۹۱۷ء | عدد اول

مضامین

(۱) شذرات ۲ - ۵
(۲) اہل السنۃ والجماعہ ۶ - ۱۶
(۳) جدید ہیئت اور عربی اصطلاحات ۱۷ - ۲۳
(۴) مسعود سعد سلمان ۲۴ - ۳۲
(۵) تربیت و تعلیم ۳۳ - ۴۴
(۶) اکبر کا سنجیدہ کلام ۴۵ - ۵۰
(۷) ادبیات ۵۱ - ۵۴
(۸) مطبوعات جدیدہ ۵۵ - ۵۶

مدینہ بجنور

ہفتہ مین دو بار شایع ہوتا ہے

یہ دینی، اخلاقی، سیاسی اور وقتی ضرورتون کے مضامین کا ذخیرہ خبرون کا مجموعہ، قوم اور اسلام اور ملک کا سچا خادم، رسول کریم کی یاد کو تازہ کرنیوالا جذبات عشق خدا و نبی کی افزائش کرنیوالا، گورنمنٹ کا وفادار پبلک کا خیرخواہ، نہایت آب و تاب کے ساتھ صاف اور خوشخط شہر بجنور (صوبہ متحدہ) سے شایع ہوتا ہے،

قیمت سالانہ چھ روپیہ (۶) ششماہی [illegible] (۳)۔ سہ ماہی عار، نمونہ کا پرچہ مفت ارسال ہوگا۔

المشتہر۔ مجید حسن مالک و منیجر اخبار مدینہ بجنور (صوبہ متحدہ)